جنّت کی سیر
خواجہ شمس الدین عظیمی

جنّت کی سیر

باہتمام: ---------- حکیم وقار یوسف

پرنٹرز: ---------- عظیمی پرنٹرز ناظم آباد نمبر ا کراچی ۱۸

فون: ۲۱۲۴۳۳

ہدیہ: ---------- ۴۰ روپے
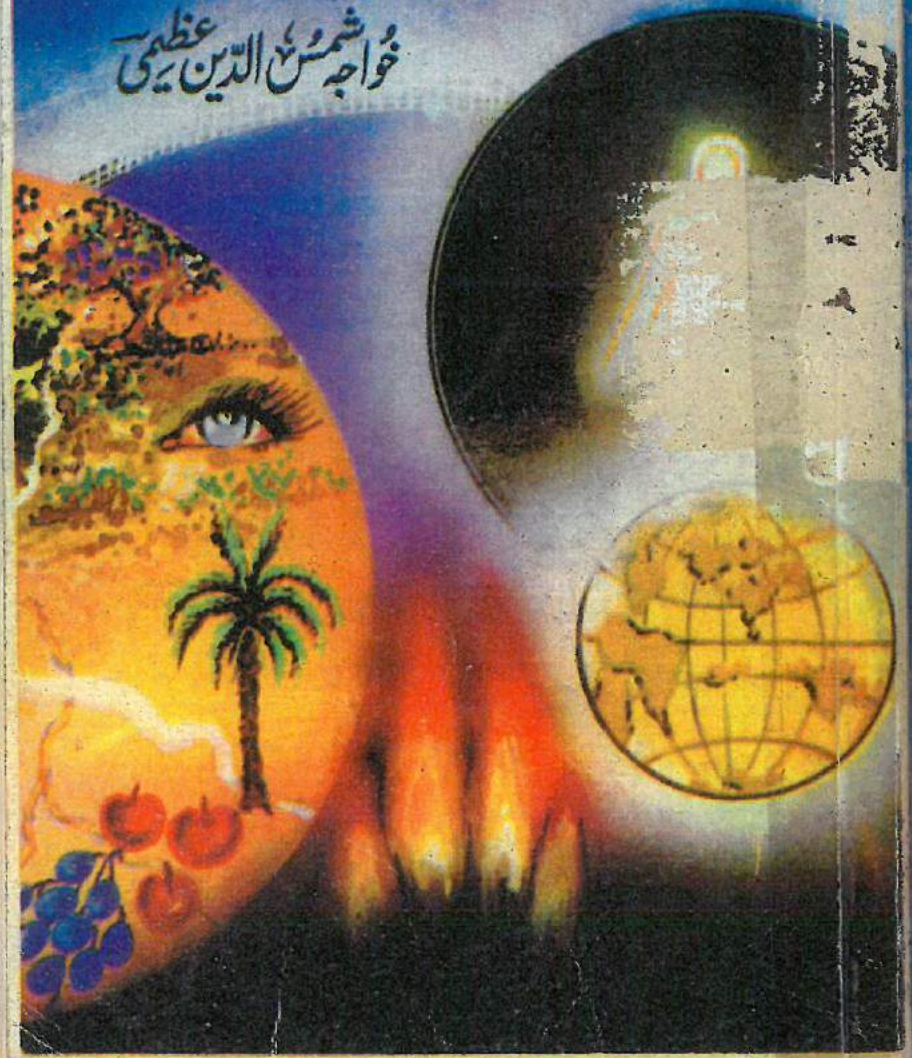
اظہارِ حال

جب کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے تفکر کیا جاتا ہے تو بہت سی ایسی باتیں شعور کی سطح پر ابھر آتی ہیں کہ جن کا تجزیہ اگر کیا جائے تو بہت تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔

عفت و عصمت کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں عورت اور صرف عورت زیر بحث آتی ہے۔ کیا مرد کو عفت و عصمت کے جوہر کی ضرورت نہیں ہے؟ عورت کے تقدس کو یہ کہہ کر پامال کیا جاتا ہے کہ وہ کمزور ہے، عقل و شعور سے اُسے کوئی واسطہ نہیں۔ علم و ہنر کے شعبے میں اب تک عورت کو عضوِ معطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ دانشور، واعظ، گدی نشین حضرات کچھ ایسے تاثرات بیان کرتے کہ جن سے عورت کا وجود بہرحال مرد سے کمتر ظاہر ہوتا ہے

قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے ہر چیز جوڑے جوڑے بنائی۔ مذہبی حلقہ کہتا ہے کہ عورت کو مرد کی اُداسی کم کرنے اور اس کا دل خوش کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کھلی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔ ناشکری اور ناانصافی کا ردِ عمل اس قدر بھیانک اور المناک ہوتا ہے کہ تاریخ اس سے لرزہ براندام ہے۔ دنیاوی علوم سے آراستہ دانشوروں کا یہ وطیرہ کم عقلی پر مبنی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رُوحانی علوم کے میدان میں بھی عورتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے تو اعصاب پر موت کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ سینکڑوں سال کی تاریخ میں مشہور و معروف اولیاء اللہ کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو صرف ایک عورت کی نشاندہی ہوتی ہے اور اسے بھی آدھا قلندر کہہ کر اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورت اور مرد کے اندر الگ الگ روحیں کام کرتی ہیں، کیا رُوح میں تخصیص کی جاسکتی ہے۔ کیا رُوح بھی کمزور اور ضعیف ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو عورت کی روحانی اقدار کو کیوں محجوب رکھا گیا ہے؟ مردوں کی طرح ان خواتین کا تذکرہ کیوں

نہیں کیا گیا جو اللہ کی دوست ہیں۔

وہ کون سی ایسی صفات ہیں جو قرآن میں مردوں کے لئے بیان ہوئی ہیں اور عورتوں کو ان سے محروم رکھا گیا ہے؟ اللہ تعالےٰ مرد اور عورتوں کی یکساں صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"بتحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے شرم گاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرتے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر بڑا۔" (سورۂ احزاب)

"اے انسانو! تم سب کو اللہ نے ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً اللہ کے نزدیک وہ شریف ہے جو پرہیزگار ہے۔" (سورۂ الحجرات)

صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے اکثر عورتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء، سورۂ انبیاء اور سورۂ آل عمران میں حضرت مریم کا ذکر خیر موجود ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کی بہن کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ کی پرورش کے لئے شاہی محل میں پہنچایا۔ (توریت نے حضرت موسیٰ کی اس بہن کو نبیہ قرار دیا ہے)۔ اسی طرح سورۂ القصص اور سورۂ تحریم میں آسیہ کا ذکر اور سورۂ ہود میں حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم کی اہل بیت اور سورۂ نساء میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کو قرآن نے خود مخاطب کیا ہے۔

آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی عظمت کا بر سرِ عام اعلان کیا اور اسے ہر جگہ اور ہر لحاظ سے مرد کے برابر اور مساوی حقوق کا مستحق ٹھہرایا۔ نبی آخر الزماں کی رسالت برحق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت، حضرت خدیجہؓ کی گواہی کو معتبر جانا گیا۔ مسلمانوں کو تیمم کی سہولت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعۂ افک میں خود اللہ تعالےٰ نے ان کی بریت کے لئے آیت نازل کی۔ اسلام کی پہلی شہید ایک خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔

یہ ایک بڑی تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن نے تاریخ کی مظلوم ترین عورت والدۂ یسوع مسیح، حضرت مریم کو وہی تقدس عطا کیا جو ابراہیمؑ، یونسؑ، ہودؑ اور یوسفؑ کو دیا اور جس طرح ان کے تذکرے سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہوئیں اسی طرح جس سورت میں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کیا گیا اس کا نام سورۂ مریم ہے۔ اگر قرآن حکیم کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کمتر ہوتا اور اس کی بزرگی اور عظمت مرد کے مساوی نہ ہوتی تو قرآن پاک کی یہ سورہ حضرت مریمؑ کی بجائے حضرت عیسیٰؑ سے منسوب کی جاتی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ غار حرا کی کیفیات و واردات میں اگر حضورؐ کی دل جوئی نہ کرتیں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس گھبراہٹ کی کیا صورت ہوتی۔ خولہ بنت ازور عورت تھیں لیکن ان کی شمشیر خارا شگاف بڑے بڑے جیالوں کا پتہ پانی کر دیتی تھی۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دنیوی معاملات میں تو عورت مرد کے برابر ہو سکتی ہے لیکن روحانی صلاحیتوں اور ماورائی علوم میں وہ مردوں سے کم تر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے عورت کے معاملے میں انتہائی بخل سے کام لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ قلم اور کاغذ پر ہمیشہ مردوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے۔

عورت مرد کا وہ نصف ہے جس کے خون کا ایک ایک قطرہ مرد کا ایک ایک عضو بن جاتا ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو اپنے اندر موجود تخلیقی فارمولوں سے دماغ کے بارہ کھرب خلیوں (CELLS) کو جنم دیتی ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو پیغمبروں کی ماں ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو مرد کی رُوح کے لئے زندگی میں کام آنے والی انرجی (ENERGY) کے

تانے بانے سے جسمانی خدوخال کا لباس تیار کرتی ہے۔ یہ عورت وہ ماں ہے جو نو ماہ اور دو سال تک اپنا خونِ جگر بچے کے اندر انڈیلتی رہتی ہے۔ یہ کیسی بد نصیبی اور ناشکری ہے کہ وہی مرد جس کی رگ رگ میں عورت کی زندگی منتقل ہوتی رہتی ہے، مرد اس کو تفریح کا ذریعہ سمجھتا ہے اور مردوں کے مقابلے میں کمتر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ بے رُوح معاشرے نے عورت کو مرد کے مقابلے میں ایسا کردار بنا دیا ہے جس کو دیکھ کر ندامت سے گردن جھک جاتی ہے۔ ہائے، یہ کیسی بے حرمتی ہے اس ہستی کی جس نے اپنا سب کچھ تج کر مرد کو پروان چڑھایا!

قرآن پاک کے ارشادات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ظاہری و باطنی مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر یہ بات سورج کی طرح ظاہر ہے کہ جس طرح مرد کے اوپر روحانی واردات مرتب ہوتی ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے اسی طرح عورت بھی روحانی دنیا میں ارتقائی منازل طے کر کے مظاہر قدرت کا مطالعہ اور قدرت کے ظاہری و باطنی اسرار و رموز سے اپنی بصیرت اور تدبر کی بنا پر استفادہ کرتی ہے۔

کتاب "جنت کی سیر" میں مرد اور عورت کی یکجیبی روحانی واردات و کیفیات بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ عورت اور مرد کی رُوحانی صلاحیتیں مساوی ہیں۔ روحانی علوم کے سلسلے میں عورت اور مرد کا امتیاز برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ مرد اور عورت کے اندر ایک رُوح کام کر رہی ہے۔ عورت کے اندر بھی وہ تمام صلاحیتیں اور صفات موجود ہیں جو قدرت نے مرد کو ودیعت کی ہیں۔ جب ایک عورت رابعہ بصری بن سکتی ہے تو دنیا کی تمام عورتیں اپنے اندر اللہ کی دی ہوئی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے ولی اللہ بن سکتی ہیں۔

خواتین و حضرات! آیئے آگے بڑھیں اور صراطِ مستقیم پر چل کر اپنی رُوحانی طاقت سے نوعِ انسانی کے اوپر سے شیطانی غلبے کو ختم کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت آپ کی منتظر ہے۔

خواجہ شمسُ الدین عظیمی

فہرست

تہجد کی نماز کے بعد مصلّٰی پر بیٹھے بیٹھے میں نے خود کو ایک کھنڈر میں پایا۔ جگہ کچھ اس قسم کی ہے کہ کھنڈر کی عمارت اُونچی ہے اور اس عمارت کے نیچے ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں ہیں۔ زمین پر حدِ نظر تک کاشت ہے۔ اس کھیت میں چنے کے پودے اُگے ہوئے ہیں۔ کھنڈر میں میری بیوی اور تین بچے بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں کھنڈر یا آثارِ قدیمہ کی عمارت سے پرواز کر کے اس مزرعہ میں داخل ہو جاتا ہوں۔ اس کھیتی کے اوپر پرواز کے دوران جگہ جگہ بکری کی مینگنیاں دیکھتا ہوں۔ کہیں کہیں زمین پر بہت چھوٹے چھوٹے پودے اُگے ہوئے ہیں۔ کسی کسی جگہ زمین بالکل چٹیل میدان کی طرح ہے۔ اس پورے علاقے میں کہیں کوئی بڑا درخت نظر نہیں آیا۔ موسم بہت خوشگوار ہے۔ ہلکی ہلکی اور ٹھنڈی ہوا مستی و بے خودی کا پیغام دے رہی ہے۔ آسمان پر ہلکے ہلکے روئی کے گالوں کی طرح بادل متحرک ہیں۔ دھوپ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ صبحِ کاذب کا وقت ہے، لیکن رات کی طرح آسمان پر چاند یا ستارے بھی موجود نہیں ہیں۔ مختصراً یوں عرض کروں گا کہ میں اس وقت کو نہ دن کہہ سکتا ہوں اور نہ رات، نہ تو صبحِ صادق سے موسوم کر سکتا ہوں اور نہ ہی سورج غروب ہونے سے قبل شام سے۔

پرواز کرتے کرتے میں نے دیکھا کہ کھیت کے کنارے ایک کچا کوٹھا بنا ہوا

ہے۔ کوٹھے کے باہر چہار دیواری ہے۔ چہار دیواری کے اندر صحن ہے۔ صحن میں ایک گھنا سایہ دار درخت ہے۔ غالباً یہ درخت نیم کا ہے۔ اس درخت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اور ایک صاحب سے اُلجھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم میرے خاوند کو نہیں لے جاسکتے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے معاملات ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ عورت نے ہائے کہہ کر زور سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ مارے اور زار و قطار رونے لگی۔

میں آگے بڑھا اور پوچھا کیا بات ہے، آپ اس عورت کو کیوں ہلکان کر رہے ہیں ــــ ؟"

ان صاحب نے کہا: "مجھے غور سے دیکھو اور پہچانو میں کون ہوں۔"

میں نے وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں بند کرلیں جیسے مراقبہ کرتے وقت بند کی جاتی ہیں اور ان صاحب کو دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں۔ میں نے بہت ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السّلام نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔ جس وقت میں نے ان سے ہاتھ ملائے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے اندر بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کئی جھٹکے بھی لگے۔ جن سے میں کئی فٹ اوپر اچھل اچھل گیا۔ آنکھوں میں سے چنگاریاں نکلتی نظر آئیں۔ بہت ڈرتے ڈرتے اور تقریباً التجا کے سے انداز میں، میں نے پوچھا: "اس عورت کے خاوند کا کیا معاملہ ہے ؟"

حضرت عزرائیل علیہ السّلام نے کہا: "یہ صاحب اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں

یہ عورت ان کی بیوی ہے اور یہ بھی اللہ کی برگزیدہ بندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے پر حکم نازل فرمایا ہے کہ اب تم دنیا چھوڑ دو۔ لیکن مجھے ہدایت ہے کہ اگر ہمارا بندہ خود آنا چاہے تو روح قبض کرنا۔ اللہ کا یہ بندہ راضی برضا ہے اور اس دنیا سے سفر کرنے کے لئے بے قرار ہے لیکن بیوی صاحبہ کا اصرار ہے کہ میں اپنے شوہر کو نہیں جانے دوں گی تاوقتیکہ اس کا بدل مجھ کو نہ مل جائے، یا پھر ہم دونوں پر ایک ساتھ موت وارد ہو۔"

اس احاطہ کے اندر مٹی اور پھونس کے بنے ہوئے کمرہ میں ملک الموت میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ وہاں ایک خضر صورت بزرگ بھورے رنگ کے کمبل پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ کمبل زمین پر بچھا ہوا ہے۔ سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ رکھا ہے کہیں کہیں سے اس کی سلائی اُدھڑی ہوئی ہے۔ اس میں سے کھجور کے پتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ ان بزرگ کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ داڑھی گول اور چھوٹی ہے، لمبا قد اور جسم بھرا ہوا۔ پیشانی کھلتی ہوئی، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن۔ ایک بات جس کو میں نے خاص طور پر نوٹ کیا، یہ تھی کہ پیشانی سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں جن پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔

حضرت ملک الموت نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا: "یا عبداللہ! سلام علیک۔"

میں نے بھی ملک الموت کی تقلید میں یا عبداللہ سلام علیک کہا۔ بزرگ اٹھے مجھے قریب بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ حضرت عبداللہ (غالباً ان کا نام عبداللہ ہی ہوگا) نے ملک الموت سے ارشاد فرمایا: "ہمارے خالق کا کیا حکم لائے ہو ؟"

ملک الموت نے دست بستہ عرض کیا۔ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

حضرت عبداللہ نے فرمایا: "ہمارے قائم مقام کے بارے میں ہمارے خالق کا کیا فرمان ہے؟"

ملک الموت نے عرض کیا۔ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری ہو گئی ہے۔"

حضرت عبداللہ نے فرمایا: "تمہارے ساتھ یہ لڑکا ہمارے آقا۔ . . . قلندر بابا اولیاء کا روحانی وارث ہے۔ ہم بھی اس کو اپنا روحانی ورثہ عطا کرتے ہیں۔"

حضرت ملک الموت دو زانو ہو کر ان بزرگ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے پاس ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اپنا جسم ان کے جسم سے ملا کر سوچتا ہوں کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس طرح مل بیٹھنے سے ان کی روشنیاں میرے اندر منتقل ہو جائیں گی۔

ہوتے ہوتے ایسا ہوتا ہے کہ میرا جسم گھٹنے لگتا ہے اور میں ایک نومولود بچے کی طرح اس فرشتہ کی گود میں آجاتا ہوں۔ یہ فرشتہ یعنی ملک الموت مجھے ہاتھوں میں اٹھا کر ان بزرگ کے پاس لے جاتا ہے اور بزرگ کے سینے پر شہادت کی انگلی سے گلے سے ناف تک ایک خط کھینچتا ہے۔ اس طرح ان بزرگ کا سینہ کھل جاتا ہے اور یہ فرشتہ مجھے ان بزرگ کے سینے میں رکھ کر شگاف کو بند کر دیتا ہے۔

اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں ان بزرگ کے سینے کے اندر آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہوں۔ پھر یہ ہوا کہ میرا سر بزرگ کی گردن میں سما گیا۔ میرے ہاتھ بزرگ کے شانوں میں جذب ہو گئے اور میرے پیر بزرگ کی ٹانگوں کے ابتدائی جوڑوں میں داخل ہو گئے در پھر میرا جسم بتدریج بڑھتے بڑھتے ان بزرگ کے جسم کے برابر ہو گیا۔ گردن، گردن یں، سر، سر میں، آنکھیں، آنکھوں میں، دونوں ہاتھ بزرگ کے دونوں ہاتھوں میں'

دونوں ٹانگیں بزرگ کی دونوں ٹانگوں میں اور انتہا یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں تک انگلیوں میں جذب ہو گئیں۔ ایسے ہی پیر کی دسوں انگلیاں الگ الگ دس انگلیوں میں سرایت کر گئیں۔

یہ بزرگ شانِ جلال سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بایاں پیر زور سے زمین پر مارا۔ پیر کی ضرب سے زمین لرزنے لگی جیسے شدید زلزلہ آگیا ہو۔ اسی عالم میں حضرت ملک الموت پھر آگے بڑھے اور انگشتِ شہادت سے دائیں پہلو میں شگاف دے دیا۔ اور اس شگاف میں ہاتھ ڈال کر مجھے باہر نکال لیا۔ میں اب پھر نومولود بچہ کی طرح تھا۔ حضرت ملک الموت نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ بزرگ نہایت آہستگی سے لیٹ گئے اور جسم نے ایک جھرجھری لی اور اس مقدس و برگزیدہ ہستی کی رُوح پُر فتوح اللہ تعالیٰ کے حضور پرواز کر گئی۔

حضرت ملک الموت مجھے سینہ سے لگائے کمرہ سے باہر آئے اور ان بزرگ کی اہلیہ سے فرمایا: "مجھے تمہارے شوہر کا نعم البدل مل گیا ہے۔ تمہارے پاک طینت اور اللہ کے دوست شوہر اللہ تعالیٰ کے حضور تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس مقدس اور پاکیزہ جسم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری گود میں یہ بچہ تمہارے شوہر کا نعم البدل ہے۔ تم چاہو تو میں اس کو تمہاری گود میں دے سکتا ہوں۔"

عورت نے میری طرف پھر فرشتے کی طرف غور سے دیکھا اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرہ میں چلی گئی۔

فرشتہ آسمان میں پرواز کر گیا۔۔۔ اتنا اونچا، اتنا اونچا کہ زمین ایک چمک نما

روشن نقطہ کی طرح نظر آنے لگی۔ پھر نیچے اترا اور سہون شریف میں حضور لعل شہباز قلندر کے روضہ مطہرہ کے گنبد پر قیام کیا۔ گنبد سرپوش کی مانند اوپر اٹھا اور فرشتہ مجھے گود میں لئے ہوئے مزار مبارک میں داخل ہوگیا اور قلندر صاحب کی تربت کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کچھ وقفہ کے بعد قبر میں حرکت ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے قبر بیچ میں سے شق ہوگئی۔ قبر کے اس شگاف سے دھوئیں کی ایک لاٹ نمودار ہوئی اور پھر یہ دھواں حضور لعل شہباز قلندر کی شکل میں تحلیل ہوگیا۔ اب دیکھا کہ حضور قلندر صاحب قلندرانہ شان سے تشریف رکھتے ہیں۔ ملک الموت نے مجھے حضور قلندر صاحب کے قدموں میں ڈال دیا اور اُلٹے پیروں چند قدم پیچھے ہٹا اور پرواز کرگیا۔

حضور لعل شہباز قلندر صاحب نے انگشتِ شہادت سے زمین پر دو دائرے بنائے اور مجھے اس طرح لٹا دیا کہ ایک دائرہ میں میرا سر ہے اور دوسرے دائرے میں میرے دونوں پیر ہیں۔ بایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور دایاں میرے پیٹ پر۔ کچھ پڑھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا اور میرے سر کے بیچ میں یا امُّ الدماغ میں ایک پھونک ماری۔ پھر کچھ پڑھا دوسری مرتبہ میرے سینے پر پھونکا۔ پھر کچھ پڑھا، تیسری پھونک میرے ناف کے پاس لگائی۔ ان تینوں پھونکوں کے بعد میرا جسم بڑا ہونا شروع ہوا اور میں بارہ تیرہ سال کے بچے کے برابر ہوگیا۔ حضور نے میری انگلی پکڑی اور مجھے قبر کے اندر لے گئے۔ جیسے ہی ہم قبر کے اندر اترے، قبر کا شگاف بند ہوگیا۔

اب دیکھا کہ قبر ایک بند کوٹھے کی مانند ہے۔ قبر کے بائیں طرف دیوار میں ایک کھڑکی یا چھوٹا دروازہ لگا ہوا ہے۔ حضور قلندر صاحب نے فرمایا: "جاؤ، یہ دروازہ کھول کر اندر [illegible]۔ جو دل چاہے کھاؤ۔ جہاں سے دل چاہے کھاؤ۔ خوب سیر کرو۔ تم [illegible]

آزاد ہو"

میں آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ یہ ایک باغ تھا۔ اتنا خوبصورت اور دیدہ زیب باغ جس کی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ اس باغ میں کیا کچھ نہیں تھا۔ سب ہی کچھ موجود تھا۔ میں نے ایسے پرندے دیکھے کہ جن کے پروں سے روشنی نکل رہی تھی۔ ایسے پھول دیکھے کہ جس کا تصوّر نوعِ انسان کے شعور سے ماوراء ہے۔ پھولوں میں ایک خاص اور عجیب بات یہ نظر آئی کہ ایک ایک پھول میں کئی سو رنگوں کا امتزاج ہے اور یہ رنگ محض رنگ نہیں ہیں بلکہ ہر رنگ روشنی کا ایک قمقمہ بنا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب ہوا چلتی ہے تو یہ رنگ آمیز روشنیوں سے مرکب پھول ایسا سماں پیدا کرتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں روشنیوں کے رنگ برنگے قمقمے درختوں اور پودوں کے جھولوں پر جھول رہے ہیں۔ درختوں میں ایک خاص بات یہ مشاہدہ کی کہ ہر درخت کا تنا اور شاخیں، پتّے، پھول، پھل بالکل ایک دائرہ میں تخلیق کئے گئے۔ اس کی مثال سانپ کی چھتری سے دی جاسکتی ہے۔ جس طرح برسات میں سانپ کی چھتری زمین سے اگتی ہے، اسی طرح گول اور بالکل سیدھے تنے کے ساتھ یہاں کے درخت ہیں۔ ہوا جب درختوں اور پتّوں سے ٹکراتی ہے تو ساز بجنے لگتے ہیں۔ ان سازوں میں اتنا کیف ہوتا ہے کہ آدمی کا دل وجدان سے معمور ہوجاتا ہے۔ میں نے اس باغ میں انگوروں کی بیلیں بھی دیکھیں۔ انگوروں کا رنگ گہرا گلابی یا گہرا نیلا ہے۔ بڑے بڑے خوشوں میں ایک ایک انگور ہماری دنیا کے بڑے سیب کے برابر ہے۔ اس باغ میں آبشار اور صاف شفاف دودھ جیسے پانی کے چشمے بھی تھے۔

بڑے بڑے حوضوں میں سینکڑوں قسم کے کنول کے پھول گردن اُٹھائے کسی کی آمد کے منتظر نظر آتے تھے۔ باغ میں ایسا سماں تھا جیسے صبح صادق کے وقت ہوتا ہے۔ یا بارش تھمنے کے بعد سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ہوتا ہے۔ میں نے اس باغ میں پرندے، طیور تو ہزاروں قسم کے دیکھے مگر چوپائے مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔

بہت ہی خوبصورت درخت پر بیٹھے ہوئے ایک طوطے سے میں نے پوچھا کہ یہ باغ کہاں واقع ہے۔ اس طوطے نے انسانی بولی میں جواب دیا: "یہ جنت الخلد ہے۔ یہ اللہ کے دوست لعل شہباز قلندر کا باغ ہے" اور پھر حمد و ثنا کے ترانے گاتا ہوا وہ اڑ گیا۔

المختصر میں نے جو کچھ دیکھا وہ میں الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر واپس اسی راستے یا جنت کی کھڑکی سے حضور قلندر صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

حضور نے فرمایا: "ہمارا باغ دیکھا۔ پسند آیا کہ نہیں؟"

میں نے عرض کیا: "حضور! ایسا باغ تو نہ کسی نے دیکھا اور نہ سنا ہے۔ میں تو اس کی تعریف کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔"

حضور لعل شہباز قلندر نے خوش ہو کر میری کمر تھپکی اور میرے ہاتھ سے انگوروں کا خوشہ لے کر ایک ایک انگور مجھے کھانے کو دیتے رہے۔ مجھے صحیح طرح یاد نہیں، غالباً میں نے پانچ یا سات انگور کھائے ہیں۔ ان انگوروں کا ذائقہ دنیا کے انگوروں سے قطعاً مختلف تھا۔

داتا کے دربار میں

——— کراچی

میں نے بہت زیادہ معافی تلافی کے بعد پھر اسباق شروع کر دیئے اور اور جیسے ہی اسباق شروع کئے، چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اور تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاس صاحب کے پیر بھائی حافظ قمر الدین صاحب کی روزانہ زیارت ہونے لگی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کیچڑ اور گندگی میں لت پت ہوں۔ حافظ صاحب تشریف لائے اور مجھے اس گندگی سے نکال کر کسی دریا کے کنارے لے گئے۔ اور نہلا دھلا کر صاف کر دیا۔

پھر دیکھا کہ میرے کپڑے گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں، اور حافظ صاحب نے میرے کپڑے اتروا کر خود دھوئے اور مجھے صاف ستھرے کپڑے پہنا دیئے۔

یہ بھی دیکھا کہ میرے پورے جسم پر پھنسیاں اور پھوڑے نکل آئے ہیں اور حافظ صاحب ان کو روئی سے صاف کر رہے ہیں۔

میرے جسم سے پیپ اور کچ لہو بہہ رہا ہے اور حافظ صاحب صاف فرما رہے ہیں۔

ایک دن سبق پڑھتے وقت غنودگی میں دیکھا میرے دادا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور میرے سراپا کا معائنہ کر کے چلے گئے۔

اس زمانہ میں میرے معاشی حالات انتہائی ابتر تھے۔ میرے شریکِ کار نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں اسباق چھوڑ دوں۔ جب میں کسی طرح راضی نہیں ہوا تو ایک حکیم صاحب کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں ان کو بزرگ مانتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک بات ہی کہا کرتے تھے کہ یہ سب کام بڑھاپے میں کئے جاتے ہیں۔ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے!

ادھر حالات اتنے دگرگوں ہو گئے کہ روٹی کپڑا چلانا مشکل ہو گیا۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری تھی کہ میں نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور میں نے سبق پڑھنا پھر ترک کر دیا۔

جس رات میں نے سبق پڑھنا چھوڑا، اسی رات حافظ صاحب کو دیکھا فرما رہے ہیں کہ تو صرف تین مہینے اور صبر کرلے۔ کپڑوں کی پرواہ نہ کر۔ تین مہینے گھر میں بیٹھ کر گزار دے۔ کھانے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ تجھے بھوکا نہیں رہنے دوں گا۔ مگر میں نے حافظ صاحب کے فرمانے پر عمل نہیں کیا۔ میرے اس طرزِ عمل سے حافظ صاحب بہت دل برداشتہ ہوئے۔ اور برابر ایک ہفتہ تک خواب میں آکر فرماتے رہے۔

"ارے کم ہمت! لوگ تو بیس بیس سال کوشش کرتے ہیں۔ تو کس قدر نادان ہے کہ تین ماہ بھی صبر نہیں کر سکتا۔"

افسوس! میرے اوپر حافظ صاحب کے فرمانے کا مطلق اثر نہیں ہوا۔ اور میں نے اسباق پڑھنا بالکل ترک کر دیئے.....

چشتیہ سلسلے کے اسباق ترک کرنے کے چھ ماہ بعد جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ حافظ صاحب نے وصال فرمایا تو میرے دماغ پر سخت چوٹ لگی اور رہ رہ کر یہ خیال

ستانے لگا کہ تو بہت ہی نالائق اور کندۂ ناتراش ہے کہ تین مہینے صبر نہیں کر سکا۔ میں اسی کرب میں مبتلا تھا کہ سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ چودھری صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ اس مردِ خدا میں کچھ ایسی کشش تھی کہ میں کھنچتا چلا گیا۔ اسی دوران میں حضرت بابا غلام محمد صاحب، خلیفہ جنگو شاہ قلندر کا عرس لاہور میں شروع ہونے کی تاریخوں کی اطلاع ملی۔ حضرت بابا غلام محمد صاحب، حضرت چودھری صاحب کے دادا پیر ہیں۔ میں بھی اپنے شریکِ کار کی شدید مخالفت کے باوجود چودھری صاحب کے ساتھ لاہور روانہ ہو گیا۔

ریل میں انٹر کلاس کی سات یا آٹھ سیٹیں ریزرو کرائی گئی تھیں۔ مجھے بہت اصرار کے ساتھ چودھری صاحب نے اوپر کی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں نے ہر چند منت سماجت کی کہ حضور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے کہ میں اوپر کی سیٹ پر لیٹوں اور رات کو آرام کروں۔ مگر مجھ سے فرمایا یہ میرا حکم ہے۔ قہرِ درویش برجانِ درویش، میں نے تعمیل کی اور رات کو اوپر سو رہا۔

صبح بیدار ہونے کے بعد یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ میں جب بھی آنکھیں بند کرتا تھا، مجھے باغات، دریا، پہاڑ، خوبصورت پھول، پُل، ندی، نالے دیہات اور دُور دُور کے شہر نظر آتے تھے۔ کراچی سے لاہور تک سارے راستے میں یہ مناظر دیکھتا رہا۔ اب مجھے بھی مزہ آنے لگا۔ میں نے بھی سفر میں ضرورت کے علاوہ آنکھیں نہیں کھولیں۔ جب بھی چودھری صاحب سے نظریں چار ہوتی تھیں، وہ بہت میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

لاہور پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ جن صاحب کے یہاں قیام کیا وہ کشمیری خاندان

سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت خوش اخلاق اور بزرگوں کی عقیدت سے سرشار انسان تھے۔

آئندہ روز ہماری پیشی صبح کے وقت حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی نور اللہ مرقدہٗ کے دربار میں ہوئی۔ یہ بزرگ ہستی جن کے چہرے سے معصومیت ٹپکتی پڑتی تھی، قلعہ گوجر سنگھ میں قیام فرما تھے۔

چودھری صاحب نے فرمایا: "حضرت جی! میں اس کو (میری طرف اشارہ کرکے) آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔"

حضرت صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے اپنے قریب بلاکر نہایت گرمجوشی سے مصافحہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے کھانا شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو کھانا میرے ساتھ کھانا۔

میں حیران و پریشان یہ سب دیکھ رہا تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں آخر میرے ساتھ یہ التفات کیوں ہے! جلسہ شروع ہونے سے قبل خاص طور سے مجھے انتہائی پچھلی صفوں سے بلاکر اسٹیج پر بٹھایا۔ میں اپنی اس پذیرائی پر بجائے خوش ہونے کے انتہائی شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد اس بندۂ گناہگار کی طلبی ہوئی۔ کمرہ میں اپنے پاس بیٹھنے کو فرمایا۔ بہت سی ہلکی پھلکی باتیں کیں۔

کراچی سے جانے والے ہم سب لوگ اپنے مقام پر واپس آگئے۔ اگلی صبح کسی صاحب کے یہاں موچی دروازے میں ناشتہ کی دعوت تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد ایک بڑی شیورلیٹ کار میں ہم چار آدمی چودھری صاحب کے ہمراہ پاک پٹن شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔

پاک پٹن شریف میں حضرت بابا فریدؒ کی قبر مبارک پر بیٹھ کر فاتحہ خوانی کی اور آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے قبر شق ہوگئی اور بابا صاحبؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رحل پر قرآن پاک رکھا ہوا ہے اور وہ تلاوت میں مصروف ہیں۔

جب میں مزار سے باہر آیا تو چودھری صاحب نے فرمایا کسی سے کچھ نہ کہنا۔ گھر چل کر بات کریں گے۔ پاک پٹن میں چودھری صاحب کے ایک مرید تھے۔ ہم اُن کے گھر گئے۔ انہوں نے بہت پرتکلف ناشتہ کرایا۔ میز پر ناشتہ کے دوران چودھری صاحب نے فرمایا: "ہاں بھائی! تم بہت بے قرار ہو چلو سنا دو۔" (اور واقعہ یہ ہے کہ میں حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت کرنے کا واقعہ بیان کرنے کے لئے بے چین تھا)۔

میں نے قبر کے شق ہونے اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی زیارت کا واقعہ سنا دیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ حیران ہوگئے۔ بلکہ دو صاحبان پر تو انتہائی مایوسی طاری ہوگئی۔ اور وہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ ہم اتنے پرانے ہیں اور مرید بھی ہیں۔ اس کو آئے ہوئے ایک دو ہفتے ہوئے ہیں اور مرید بھی نہیں ہوا، اس پر شیخ کی اتنی عنایت کہ بابا صاحبؒ کی زیارت کرا دی۔

چودھری صاحب نے پوچھا: "تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں اس کو شعبدہ سمجھتا ہوں اور آپ نے مجھے ہپناٹائزڈ (HYPNO-TISED) کردیا ہے۔" میں نے کہا۔

حضرت چودھری صاحب مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ قصہ کوتاہ ہم سیالکوٹ

میں امام صاحب کے مزار کی زیارت کے بعد لاہور واپس آ گئے۔

لاہور میں کسی صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا تھا۔ کھانے کے دوران میں ساتھیوں نے کہا کہ کھانے سے فارغ ہو کر داتا دربار جائیں گے۔

چودھری صاحب نے فرمایا: "پھر کسی دن چلیں گے۔"

ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ تو حضرت صاحب سے درخواست کر۔

میں نے کہا: "یہ تو بہت بری بات ہے۔ جب فرما دیا ہے کہ کسی دوسرے دن چلیں گے تو اب کچھ کہنا خلافِ ادب ہے لیکن ان لوگوں نے کانا پھوسی کر کے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا کہ میں عرض کروں کہ آج ہی داتا دربار جائیں گے۔"

گاڑی میں بیٹھے اور ڈرائیور نے پوچھا: "حضور! کہاں جانا ہے؟"

اس سے قبل کہ چودھری صاحب کچھ جواب دیں، میں نے جلدی سے کہہ دیا "داتا دربار چلیں گے۔"

چودھری صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا، مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ "چلو، پھر داتا دربار ہی چلو۔ یہ کیڑ بابا رہے گا۔"

جس وقت موٹر داتا باغ میں داخل ہوئی تو خود بخود میری آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہو گئیں۔ اور میں نے دیکھا ایک دبلے پتلے بزرگ گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں اور حضرت چودھری صاحب سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر آنکھیں بند کیں تو پھر وہی منظر سامنے تھا۔ مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ گاڑی کی رفتار کے ساتھ ۳۵ میل کی رفتار سے کوئی آدمی پیدل کیسے چل سکتا ہے مگر جب آنکھیں بند کرتا

تو وہی منظر سامنے آ جاتا تھا۔

بارے گاڑی رکی اور ہم لوگ اتر کر حضور قبلۂ عالم، ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو گئے۔

یہاں آ کر میں نے چودھری صاحب سے درخواست کی کہ حضور داتا صاحبؒ کی زیارت ہو جائے تو میں آپ کو قرآن شریف سناؤں گا۔

بس صاحب! ہم لوگ آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ اس میدان میں ایک درخت ہے۔ درخت کے نیچے چارپائی بچھی ہوئی ہے اور چارپائی پر وہی بزرگ تشریف رکھتے ہیں جو ۳۵ میل کی رفتار سے گاڑی کے ساتھ چل رہے تھے۔ ابھی میں اس حیرانی میں گم ہی تھا کہ میں نے دیکھا۔ بڑے حضرت جی، حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: "آؤ اور حضور داتا صاحبؒ کی قدم بوسی کرو۔"

سبحان اللہ! کیا نوازش اور اکرام ہے۔ اس بندہ نے حضور داتا صاحبؒ کو سلام کیا اور قدم چومے۔

داتا صاحبؒ نے فرمایا: "ہم نے سنا ہے تم قرآن بہت اچھا پڑھتے ہو۔ ہمیں بھی سناؤ۔"

اور میں نے قرآن پاک کا ایک رکوع سنایا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضور داتا صاحبؒ کو سنا رہا تھا لیکن آواز قبر کے باہر بھی ایسے ہی آ رہی تھی جیسے قبر کے اندر۔ حضور داتا صاحبؒ نے قرآن پاک سن کر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور میرے سر پہ ہاتھ رکھا۔ ہم فاتحہ پڑھ کر واپس ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی آواز

______ کراچی

میں میکلوڈ روڈ پر جا رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی ______

"حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو سوا لاکھ مرتبہ درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ اور پانچ قرآن پڑھ کر بخش دے۔"

پھر آواز آئی ______

"پانچ قرآن حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچ قرآن حضرت خضر کو پڑھ کر ایصالِ ثواب کر۔"

میں نے ہاتفِ غیبی کی اس آواز کی تعمیل میں عمل شروع کر دیا۔ اوقات یہ مقرر کئے۔ ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب تک کلمہ طیبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سے تہجد تک درود شریف۔

جب کلمہ طیبہ تین لاکھ مرتبہ پورا ہوا تو میرے اوپر غیب منکشف ہونے لگا اور دل میں وقفہ وقفہ سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وقت گزرتا رہا اور میں دیوانہ وار اپنے کام میں مشغول رہا۔

ایک روز میں اپنے شریکِ کار کو اسٹیشن چھوڑنے گیا۔ پلیٹ فارم پر میرے دل میں درد نے شدت اختیار کر لی اور جیسے جیسے درد میں اضافہ ہوا، دل بڑا ہونا شروع

ہو گیا۔ ریل میں بیٹھے ہوئے میں نے دیکھا میرا دل بتدریج بڑا ہو رہا ہے۔ اور درد کی سک بڑھ رہی ہے۔ جسم میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔ میں اس کیفیاتی مشاہدہ سے خوف زدہ ہو گیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے میرا چہرہ دیکھا تو ایک دم گھبرا گئے اور مجھ سے بے چین ہو کر پوچھا۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہارا چہرہ ایک دم پھیکا پڑ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تمہارا خون نچوڑ لیا ہے۔ میں اپنا سفر ملتوی کرتا ہوں۔ چلو گھر چلتے ہیں۔"

میں نے ان سے کہا۔ "آپ گھبرائیں نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ اپنا سفر خراب نہ کریں۔" یہ کہہ کر میں تیزی کے ساتھ اسٹیشن سے باہر آ گیا۔

بس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا دل بڑا ہوتے ہوتے بھینس کے دل جتنا ہو گیا۔ اور آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ اور کٹے ہوئے انار کی طرح اس میں قاشیں بن گئیں۔ ان قاشوں میں سے تیز اور روشن لہریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا جہاں تک یہ لہریں جا رہی ہیں مجھے گرد و نواح اور اطراف میں سب چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ میں نے یورپ کے بہت سے شہر، برفانی پہاڑ، کشمیر اور آسام کے پہاڑ اور زعفران کے کھیت دیکھے۔ جیسے ہی زعفران کے کھیتوں پر نظر پڑی، زعفران کی خوشبو پوری بس میں پھیل گئی۔ لوگ حیران ہو ہو کر آگے پیچھے دیکھے جا رہے تھے۔ دو ایک حضرات نے کہا بھئی یہ زعفران کی اس قدر مہک کہاں سے آ رہی ہے۔ ایک صاحب نے کہا کسی کے پاس زعفران ہو گا۔ یا کسی نے زعفران کا سینٹ لگا رکھا ہو گا۔ میں ان تمام باتوں کو سنتا رہا اور مشاہدات میں مگن رہا۔ میں نے پہلی مرتبہ دل کی ان شعاعوں میں فرشتوں کا مشاہدہ کیا۔

ناظم آباد میں جب بس سے اترا تو حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ بس سے میرے

ساتھ حضرت حافظ صاحب بھی اترے اور میرے بائیں طرف خاموش چلنے لگے۔ انہیں دیکھ کر میں دہشت زدہ ہو گیا۔ حافظ صاحب نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر فوراً اوپر اٹھے اور میرے سر کے اوپر فضا میں چلنے لگے۔ میں گھر پہنچ کر بے سدھ لیٹ گیا۔ دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہی۔ اور مجھے نیند آگئی۔ رات کو جب درود شریف پڑھنے بیٹھا تو درود شریف پڑھنے کے دوران محلہ میں سے سلام پڑھنے کی آواز آئی۔ چند منٹ بعد میں نے دیکھا کہ آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ ہٹ گیا اور نظر وہاں جا کر ٹکرائی جہاں سلام پڑھا جا رہا تھا۔

میں نے دیکھا ہر طرف سنہری اور روپہلی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک بہت صاف شفاف فرش بچھا ہوا ہے۔ فرش پر تخت بچھا ہے اور تخت پر سرکار دو عالم رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ میں مخصوص عقیدے کی وجہ سے سلام میں کھڑے ہونے کا قائل نہیں تھا۔ لیکن اب میرا یہ عقیدہ باطل ہو گیا اور میں اپنے گھر میں ہی درود شریف پڑھتے پڑھتے میکانکی طور پر کھڑا ہو گیا۔ اور سلام پڑھنا شروع کر دیا۔

اگلے روز صبح سہروردی سلسلے کا سبق پڑھ رہا تھا کہ میرے دادا، حضرت حافظ صاحبؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔

رات کو پھر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ دیکھا میرے منہ سے جیسے ہی درود شریف پورا ہوتا ہے۔ ایک بہت ہی خوبصورت سنہرے تھال میں اُسے رکھ لیا جاتا ہے۔ اور اس کے اوپر بہت عمدہ خوان پوش ڈھک کر اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ میرے گھر سے مدینہ منورہ تک فرشتوں کی ایک جماعت کھڑی ہوئی

ہے۔ جیسے ہی درود شریف ختم ہوتا ہے، وہ فرشتے میرے منہ کے سامنے گول تھال کر دیتے ہیں اور درود شریف تھال میں رکھا جاتا ہے اور وہ تھال دوسرے فرشتے کو بڑھا دیتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو۔ اسی طرح فرشتوں کی یہ جماعت ایک ہاتھ سے دوسرے کو پہنچا کر دربار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ لگا کر قبول فرما رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

میں نے دل پھٹنے اور مشاہدات کی ساری واردات چودھری صاحب سے بیان کی تو چودھری صاحب نے فرمایا: "حافظ صاحب میرے معاملہ میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟"

پھر فرمایا: "میرے پاس تین مرتبہ آ چکے ہیں مگر میں اپنے معاملات میں کسی کا دخل پسند نہیں کرتا۔"

چودھری صاحب نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو زور سے دبایا اور میرا دل پھر بند ہو گیا۔ اب میں پھر اندھا تھا اور غیب نظر آنا بند ہو گیا۔

رات کو پھر حافظ صاحب تشریف لائے۔ چہرہ سے زبردست جلال ٹپک رہا تھا۔ آپ نے میرے سر کے بالکل بیچ میں زور سے پھونک ماردی۔ اس پھونک نے اثر سے میں زمین سے اچھل پڑا اور میرا دل پھر کھل سا گیا۔

غصہ کی آواز میں فرمایا: "اب دیکھوں گا کیسے بند کرتے ہیں۔"

اب میں آسمانوں میں فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ صبح بس میں بازار جا رہا تھا کہ سبیلہ کے پل پر جب بس چڑھی تو دیکھا کہ چودھری صاحب بابا غلام محمد صاحب کو ساتھ لے کر آ گئے

باباغلام محمد صاحب نے میرے دل پر انگلی رکھ دی اور میرا دل پھر بند ہو گیا۔ اور غیب میں کام کرنے والی نظر ختم ہو گئی۔

اب حافظ صاحب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے پاس آئے۔ اور ان سے فرمایا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے۔ اب اس معاملہ میں، میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔

حضور قلندر بابا اولیاء نے فرمایا۔" چودھری صاحب میرے پیر بھائی ہیں۔ میں اپنے شیخ کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس افتاد کے بعد میری یہ کیفیت ہو گئی کہ مجھے ہر وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ میرے سر پر کئی ٹن وزن رکھا ہوا ہے۔ سڑک پر چلتے چلتے بیٹھ جاتا تھا۔ بار بار ایسا ہوتا کہ میں چکرا کر زمین پر گر جاتا تھا۔ جسم تیزی کے ساتھ لاغر ہوتا چلا گیا۔ اور اس حد تک لاغر ہوا کہ پنڈلیوں کا گوشت خشک ہو گیا اور میں ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے "سوکھے کی بیماری" ہو گئی ہے۔

چھ مہینے اسی حال میں گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے واپس آ رہا تھا کہ میرے پیر کے اوپر سے ٹرک کا پہیہ گزر گیا۔ اور میں ٹرک کے نیچے آتے آتے بچا۔ جی میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ٹرک کے نیچے آ کر ختم ہو جاتا۔ موت کے روٹھ جانے پر گھر آ کر میں بہت رویا اور میری ہچکیاں بندھ گئیں اور میں نے اپنے آقا قلندر بابا اولیاء سے عرض کیا۔ "میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے اٹھا لے۔ میں اب بالکل زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

حضور نے تسلی دی اور فرمایا۔" میں حافظ صاحب سے بات کروں گا۔ اور بڑے حضرت جی کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اس معاملہ کو کسی نہ کسی صورت سے حل کریں۔"

روئداد طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ سلسلۂ سہروردیہ اور سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ آپس میں مل کر بیٹھے۔ حضرت چودھری صاحب سے کہا گیا کہ اپنے اس مرید کو فارغ کر دیں۔ مگر چودھری صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں اس کو اپنے ذہن کے مطابق تیار کرنا چاہتا ہوں۔

جب کوئی بات طے نہیں ہو سکی، اس پر حافظ صاحب نے فرمایا۔" یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی محض اس لئے انتظار کرے کہ اسے ایک مخصوص ذہن کے مطابق تیار کیا جائے جب کہ اس کے واذا اُس کے لئے ورثہ چھوڑ گئے ہیں اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے اس کو منظور بھی کرا لیا ہے۔ اب میں اس کیس کو عدالتِ عالیہ میں پیش کروں گا۔"

حضرت حافظ صاحب نے حضور حسن بصریؒ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا اور تائید میں جن حضرات نے عدالتِ عالیہ میں پیش ہونا منظور فرمایا وہ حضرت عبد القادر جیلانیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت امام موسیٰ رضاؒ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت اویس قرنیؓ تھے۔

میں رات کے وقت درود شریف پڑھ رہا تھا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ چلو بڑی سرکارؐ میں آج تمہاری پیشی ہے۔

میں نے دیکھا دو جگ کے سرتاج، فخرِ انبیاء، رحمۃ للعالمینؐ تخت پر تشریف فرما ہیں۔ بائیں جانب حضرت اویس قرنیؓ ایستادہ ہیں۔ اور دائیں جانب حضرت حسن بصریؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت معروف کرخیؒ حضرت امام موسیٰ رضاؒ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسنؓ اور بڑے حضرت جیؒ ہیں اور بالکل

سامنے چودھری صاحب اور ان کے پیچھے میں ہوں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ صف میں سے نکل کر، نگاہیں نیچی کئے ہوئے سامنے آگئے اور درود و سلام کے بعد عرض کیا: "یارسولؐ اللہ! میرے موکل کے دادا نے آپؐ کی منظوری سے اپنے پوتے کے لئے ورثہ چھوڑا ہے اور اس ورثہ کو حاصل کرنے کی جو شرط انہوں نے عائد کی تھی وہ میرے موکل نے پوری کر دی ہے۔ اور میرے موکل نے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت بھی حاصل کی ہے اور اس کے شیخ نے چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ میں اپنے اس مرید کو بیعت کیا تھا۔ بیعت کے بعد مرید کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ تو ان چاروں سلسلوں میں مجھ سے بیعت ہو گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد مرید سہروردیہ سلسلہ میں پھر بیعت ہو گیا۔ عرض یہ کرنا ہے کہ حضورؐ کی منظوری کے بعد جب کہ مرید نے شرط پوری کر دی ہو، اس کا ورثہ اُسے قانوناً ملنا چاہیئے۔ مگر سہروردیہ سلسلہ کا ایک فرد جو سلسلۂ سہروردیہ میں مقام رکھتا ہے، اس بات پر آمادہ نہیں ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دائیں طرف ایستادہ بزرگوں کو دیکھا سب نے تائید کی۔ پھر حضرت چودھری صاحب کی طرف دیکھا۔ حضرت چودھری صاحب دو قدم آگے آئے اور کہا: "یارسولؐ اللہ! قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہو جاتا ہے تو وہ پیر کا حق بن جاتا ہے۔ مجھے قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ میں جس طرح چاہوں اپنے مرید کی تربیت کروں اور اس قانون پر آپ کے دستخط ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر دائیں صف کی طرف دیکھا (جس کا مطلب یہ نکلتا تھا کہ کوئی تائید کرتا ہے یا نہیں)۔

بڑے حضرت جی صف میں سے باہر آگئے۔ اور حضرت چودھری صاحب کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت چودھری صاحب کے حق میں فیصلہ دے کر دربار برخاست فرما دیا۔

میرے حالات اب مزید دگرگوں ہو گئے۔ ہر وقت سینہ سے دھواں اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک بڑی مصیبت یہ ہو گئی کہ ہر شب بلا ناغہ بدخوابی ہو جاتی ہے۔ جس سے رہی سہی جان بھی جواب دے گئی ہے۔ ساتھ ہی پیچش میں بھی مبتلا ہو گیا ہوں۔ کھانا کھاتے ہی اجابت کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ نیند کوسوں دور۔ ہر وقت یاس اور ناامیدی کا غلبہ۔ لوگ ہنستے ہیں تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ میں سوچا کرتا ہوں کیا دنیا میں ہنسی بھی کوئی شئے ہے۔ مجھے چپ لگ گئی۔ دل ہر وقت اداس اور بے چین رہتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز میرے لئے ناخوشی اور عذاب کا پہلو رکھتی ہے۔ رات کو اندھیرے میں اٹھ کر روتا ہوں۔ مرجانے کی دعائیں مانگتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ موت بھی مجھ سے کنارہ کر گئی ہے۔ معمولی سے شور سے دل دہل جاتا ہے۔ کوئی زور سے بات کرتا ہے تو دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب پڑتی ہے۔

اس نزاع زدہ زندگی میں تین سال گزر گئے۔ عقیدہ خراب ہو گیا۔ نماز روزہ سب چھوٹ گئے۔ ایک دن خیال آیا کہ اس عبادت سے کیا فائدہ جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں کہ قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اللہ تو رگِ جان سے زیادہ قریب ہے، پھر کیوں آواز نہیں آتی کہ عبادت قبول ہوئی ہے یا رد کر دی گئی ہے۔ اور یہ سوچ کر یکلخت تمام وظائف۔ اور نماز ترک کر دی لیکن چونکہ اتنا عرصہ معمول رہنے کی وجہ سے عادت پڑ گئی تھی، نہ رہا گیا۔ پھر بھی طبیعت پر جبر کر کے کوئی عمل نہیں دہرایا۔

کرتا ہوں کہ خیالات ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں۔ مگر ذرا سی دیر کے لئے کامیابی ہوتی ہے اور پھر بھٹک جاتا ہوں۔"

فرمایا: "میں تجھے ترکیب بتاتا ہوں۔ تجھے خوب مزہ آئے گا۔"

اور سجدہ کی حالت میں انگلیوں کی مخصوص حرکت تلقین فرمائی۔ اور فرمایا کہ صرف عشاء کی نماز میں آخری رکعت کے آخری سجدہ میں یہ حرکت کرنا۔

میں نے تہجد کے بعد وتروں کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں یہ حرکت کی تو واقعی میرے دل سے اضطراب، بےقراری اور بے چینی دھواں بن کر اڑ گئی۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا خوب عمل ہے۔

فجر کی نماز میں آخری رکعت میں بھی اس عمل کو دہرایا۔ ظہر میں، عصر میں، مغرب میں، عشاء میں اور تہجد میں دہراتا چلا گیا۔ میں یہ بھول ہی گیا کہ صرف ایک وقت یہ عمل کرنا ہے۔ تہجد کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں جب میں نے یہ حرکت دہرائی تو سجدہ کی حالت میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میرے دائیں بائیں کوئی کھڑا ہے۔ لیکن میں خوف زدہ ہونے کے [illegible] عمل کو دہراتا رہا۔ اور سجدہ ضرورت سے زیادہ طویل کر دیا۔ اب تو ڈر کے [illegible] دم گھٹنے لگا۔ جلدی جلدی نماز ختم کی اور پلنگ پر جا کر لیٹ گیا۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ناظم آباد میں بجلی نہیں تھی۔ ہُو کا عالم تھا۔ ماحول کے سناٹے میں گیدڑوں کی آواز کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ میرے گھر کے آس پاس کوئی مکان بھی نہیں تھا۔ جو مکان تھے وہ فاصلہ پر تھے۔ لیمپ بجھا ہوا تھا۔ گھبراہٹ میں دیاسلائی بھی نہیں ملی۔ اور اتفاق سے میں پورے گھر میں اکیلا تھا۔ اور ڈر کا یہ عالم کہ الامان والحفیظ۔ زبان پر کانٹے پڑ گئے۔ جیسے تیسے پلنگ پر لیٹے لیٹے

بہرحال، میں نے مغرب، عشاء اور تہجد کوئی نماز ادا نہیں کی۔ البتہ درود شریف کا ورد کرتا رہا۔ عجیب الجھن تھی۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح کی اذان ہو گئی۔ یہ سوچ کر کہ مسجد میں قرآنِ پاک کا ترجمہ سنوں گا، کچھ تو دل بہلے گا، مسجد میں چلا گیا۔ بہت دل چاہا کہ نماز میں شریک ہو جاؤں مگر دماغ تو باغی ہو چکا تھا۔ اور کم بخت ذہن میں گرہ پڑ گئی تھی۔ جس وقت جماعت کھڑی ہوئی تو مسجد کے اندر سے نکل کر باہر صحن میں بیٹھ گیا۔ سخت سردی کے عالم میں آدھا کمبل نیچے اور آدھا اوپر اوڑھ کر بیٹھا رہا۔

ایک صاحب نے کہا: "میاں! جماعت کھڑی ہو گئی ہے۔" مگر میں ٹس سے مس نہیں ہوا۔ منہ لپیٹے بیٹھا رہا۔ ذرا سی غنودگی آئی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کی آواز سُنی۔ فرمایا —

"اے میرے بندے! آج تو نے میرے لئے صلوٰۃ قائم نہیں کی۔"

جیسے ہی یہ آواز میرے دماغ میں گونجی میں لرزنے لگا۔ ہاتھ پیروں میں رعشہ آ گیا۔ جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ میں گھبرا کر اٹھا اور جلدی جلدی گھر پہنچا۔ دھڑام سے چارپائی پر گر گیا۔ بہت دیر سوتا رہا یا بے ہوش رہا، یہ اللہ کو پتہ ہے۔

اولیاء اللہ کی نماز

ایک روز اپنے آقا قلندر بابا اولیاءؒ کی خدمت میں عرض کیا: "حضور! کیا آپ کو نماز میں مزہ آتا ہے؟"

فرمایا: "ہاں۔"

میں نے عرض کیا: "مجھے تو کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ بہت کوشش

آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن آیت الکرسی کے ورد سے دہشت اور زیادہ بڑھ گئی اور دل کی حرکت بند ہوتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ اور پھر ایک دَم دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ محسوس ہوتا تھا کہ دل سینہ کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ یک نہ شد دو شد۔

اب میں نے قل ھو اللہ شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی قل ھو اللہ شریف ختم ہوئی میرا جسم اوپر اٹھنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ اٹھتا چلا گیا۔ اور برآمدے کی چھت سے جا لگا۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا کہ یہ واقعی چھت ہے یا میں خواب دیکھ رہا ہوں ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو میں واقعی چھت سے لگا ہوا تھا۔

اب مجھے یہ خوف ہوا کہ اب میں نیچے گروں گا اور ہڈی پسلی اگر نہ ٹوٹی تو بھیجا تو ضرور باہر آجائے گا۔

میں نے دیکھا کہ تیزی کے ساتھ میری گردن کی طرف دو ہاتھ آئے۔ ایک ہاتھ نے میرے دل کو سنبھالا اور ایک ہاتھ نے میرے منہ کو بند کر دیا اور مجھ پر اس نادیدہ ہاتھ کی اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ صبح کے وقت سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میرے داداؒ، بڑے حضرت جیؒ اور بڑے پیر صاحبؒ بغداد والے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مکان کے صحن میں گھبرائے ہوئے کھڑے ہیں اور قلندر بابا گھبرائے ہوئے بہت بے چین اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: "یہ کیا ہو گیا — ؟" پھر زور سے فرمایا جیسے کسی سے کہہ رہے ہوں: "اس کو ہر حال میں باشعور زندہ رہنا ہے ——"

صبح جب اٹھا ہوں تو میرے جسم کا ایک ایک عضو دکھ رہا تھا۔ شام تک قدرے قرار آگیا۔ اور میں سائیکل رکشا پر بیٹھ کر حضور قلندر بابا اولیاء کے پاس گیا۔ اور رات کا ماجرا

بیان کیا۔

فرمایا: "تم نے میرے کہنے کے خلاف عمل کر کے سب کو پریشان کر دیا۔ اللہ نے فضل فرمایا، نہیں تو کام تمام ہو گیا تھا۔"

میں نے سجدہ میں کرنے والا عمل بالکل تو ترک نہیں کیا۔ البتہ صرف تہجد کے وقت جاری رکھا۔

اسی دوران میں تہجد کی نماز کے وقت میں درود شریف کا ورد کر رہا تھا کہ دیکھا چکا چوند روشنی ہو گئی اور حضور سیدنا پیر دستگیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: "میں تمہیں کچھ عطا کرنا چاہتا ہوں۔ تم آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی نیت کرو۔"

میں نے عرض کیا: "حضور! میں اس سلسلہ میں بہت مصیبت زدہ اور دل گرفتہ ہوں۔ مجھے چودھری صاحب سے خوف آتا ہے۔"

فرمایا: "تم فکر نہ کرو۔ ہم سب خود ٹھیک کر لیں گے۔"

میں نے پھر نہایت مؤدبانہ عرض کیا: "حضور! میں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ حضرت چودھری صاحب کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔"

بڑے پیر صاحبؒ کو جلال آگیا اور فرمایا: "کیا چودھری صاحب، چودھری صاحب کی رَٹ لگا رکھی ہے۔ ہم جو کچھ عطا فرماتے ہیں، براہِ راست عطا فرماتے ہیں۔"

میری جہالت ملاحظہ فرمائیے۔ میرے اوپر حضور غوث پاکؒ کی ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور میں اڑیل ٹٹو کی طرح اپنی بات پر اَڑا رہا۔ اور حضور غوث پاکؒ تشریف لے گئے۔ مجھے اپنی اس غلطی پر دلی افسوس ہے۔ میں نے اس غلطی کی معافی تلافی بھی کی شاید جو آئندہ صفحات میں بیان ہو جائے مگر مجھے حضور غوث پاکؒ نے اپنے فیض سے

ابھی تک نہیں نوازا۔ مگر میں دل چھوڑنے والا بندہ نہیں ہوں۔ جب بھی حضور غوث پاک رح کی زیارت سے مشرف ہوا اپنا حصہ حضور سے ضرور مانگ لوں گا۔

بات یہ ہے کہ میں بچہ ہوں اور یہ سب بزرگانِ عظام میرے باپ ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں باپ کی پوری شفقت موجود ہے۔ اور مجھ سیاہ کار میں بچہ بننے کی پوری صلاحیت اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہے۔ بچہ جب باپ سے کسی بات کی ضد کر لیتا ہے تو بچہ کی ضد باپ کو پوری کرنی ہوتی ہے۔ لیکن اتنی بات بچہ کو ضرور معلوم ہونی چاہیئے کہ ضد کا پس منظر کیا ہے؟ ہم اپنے آقا — آقائے کائنات ؐ سے اس بات کی ضد کر سکتے ہیں کہ حضورؐ، کچھ بھی ہو، ہمیں تو اللہ تعالیٰ کا عرفان چاہیئے۔ اگر ہمارے اندر صلاحیت خفتہ ہے تو آپ اسے بیدار کر دیجئے اور اگر صلاحیت موجود ہی نہیں ہے تو عرض کیا جائے گا کہ حضور عرفان کی صلاحیت عطا فرما دیجئے۔

اس خواہش اور تقاضے کو پورا کرنے کے لئے کوئی بھی انسان حضور سیدنا سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور درخواست کر سکتا ہے اور درخواست کو منظور کرانے کے لئے رو کر، گڑگڑا کر، مقدس و مطہر قدموں میں سر رکھ کر، حضورؐ کو، اللہ تعالیٰ کے اسمائے مقدسہ کو وسیلہ بنا کر، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ اور اہل بیتؑ کو بیچ میں واسطہ بنا کر، جبرئیل امین کا واسطہ دے کر اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات کو واسطہ قرار دے کر کوئی بندہ اس درخواست کو بضد ہو کر قبول کرا سکتا ہے۔ ذہن میں باپ اور بیٹے کا رشتہ موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ اس طرح درخواست قبول کر لی جاتی ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمۃ للعالمین ہیں۔ جب کوئی بندہ، اس یقین

کے ساتھ کہ حضور کی رحمت کائنات کو محیط ہے اور میں بھی اس کائنات کا ایک ذرہ ہوں، لہٰذا میں اس رحمت سے ضرور مستفیض ہوں، بس ایک پردہ حائل ہے اور اس پردہ کو حضورؐ کا کرم ہی اٹھا سکتا ہے، سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہاتھ پھیلا دے کہ جب تک مراد پوری نہیں ہوگی یہ ہاتھ بند نہیں ہوں گے۔ حضورؐ کا دریائے رحمت جوش میں آجائے گا اور آپ اس رحمت سے سیراب ہو جائیں گے۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے یہ بھی حضورؐ کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں۔

تہجد کی نماز کے بعد میں نے درودِ خضری پڑھتے ہوئے خود کو سرورِ کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربارِ اقدس میں حاضر پایا۔ مشاہدہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اس بندہ نے حضورؐ کے تخت کے سامنے دو زانو بیٹھ کر درخواست کی۔

یا رسولؐ اللہ! اے اللہ کے حبیبؐ، اے باعثِ تخلیقِ کائنات، محبوبِ پروردگار، رحمت للعالمینؐ، جن و انس اور فرشتوں کے آقا، حاملِ کون و مکاں، مقامِ محمود کے مکینؐ، اللہ تعالیٰ کے ہم نشینؐ، علمِ ذات کے امینؐ، خیر البشرؐ، میرے آقاؐ! مجھے علمِ لدُنی عطا فرما دیجئے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار —— آپؐ کو حضرت اویس قرنیؓ کا واسطہ، حضرت ابوذر غفاریؓ کا واسطہ، آپؐ کو آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کا واسطہ، آپؐ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا واسطہ، آپؐ کو حضرت فاطمہ، علی اور حسنینؑ کا واسطہ اپنے اس غلام پر نظرِ کرم فرما دیجئے!

میرے آقا! آپؐ کو قرآنِ کریم کا واسطہ، آپؐ کو اسمِ اعظم کا واسطہ، آپؐ کو تمام پیغمبروں کا واسطہ، آپؐ کے جد حضرت ابراہیمؑ کا واسطہ اور ان کے ایثار کا واسطہ!

میرے آقا! میں آپؐ کے در کا بھکاری ہوں۔ آپؐ کے سوا کون ہے جس کے سامنے دستِ سوال دراز کروں۔ میں اس وقت تک در سے نہیں جاؤں گا جب تک آپؐ میرا دامنِ مُراد نہیں بھر دیں گے۔

آقا! میں غلام ہوں، غلام زادہ ہوں۔ میرے جدِّ امجد حضرت ابو ایوب انصاریؓ پر آپ کی خصوصی رحمت و شفقت کا واسطہ مجھے نواز دیجئے!

دریائے رحمت جوش میں آگیا۔

فرمایا: "کوئی ہے؟"

دیکھا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ دربار میں آکر مؤدّب ایستادہ ہیں اس طرح جیسے نماز میں نیت باندھے کھڑے ہوں۔ نہایت ادب و احترام کے ساتھ فرمایا: "یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کا غلام حاضر ہوں۔"

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا: "تم اس کو کس رشتہ سے وراثت دینا چاہتے ہو؟"

حضور قبلہ نے فرمایا: "اس کی والدہ میری بہن ہیں۔"

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تبسّم فرمایا اور ارشاد ہوا: "خواجہ ایوب انصاری کے بیٹے، ہم تجھے قبول فرماتے ہیں۔"

اس وقت میں نے دیکھا کہ میں حضور قبلہ کے پہلو میں کھڑا ہوں۔

مُہرِ نبوّت

باعثِ تخلیقِ کائنات سیدنا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضری ہوئی اور حضورؐ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا۔ اللہ کے حبیبؐ کے پائے مبارک آنکھوں سے لگانے اور لرزتے ہونٹوں سے چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پیر کی انگلیوں کے نیچے جو گوشت ہوتا ہے، اس پر دیر تک آنکھیں لگائے رکھیں۔ جتنی دیر یہ عمل جاری رہا، میرے اندر آنکھوں کے راستے نور کی لہریں منتقل ہوتی رہیں۔ اور میں سرور و کیف کی مدہوش کن لذّت سے مستفیض ہوتا رہا۔ دل میں خیال آیا کہ حضور اکرمؐ کا سراپائے اقدس غور سے دیکھنا چاہیئے تا کہ مُہرِ نبوّت کا مشاہدہ ہو جائے۔ حضورؐ کے غلاموں کے قدموں کی خاک کا یہ ذرّہ سراپائے اقدس و مطہّر و مکرّم میں اس قدر غرق ہو گیا کہ خود کو بھول گیا۔ اور عالمِ کیف و وجدان میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پشتِ مبارک پر جا کھڑا ہوا اور نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ حضورؐ کا کرتۂ مبارک اوپر اٹھا دیا اور اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے مہرِ نبوّت کا مشاہدہ کرایا۔

مہرِ نبوّت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر سیدھے کندھے اور گردن کے درمیان ایک گول دائرہ نشان کی صورت میں ہے۔ گول دائرے کے اندر گوشت یا کھال سُرخ رنگ کی ہے۔ اور گوشت عام جسم سے قدرے اُبھرا ہوا ہے۔ اور اس دائرہ کے اندر نہایت لطیف و نرم پروں کی مانند رواں ہے۔ اس رواں میں

کا رنگ سفید بھورا ہے اور یہ روٗاں اتنا خوشنما اور دیدہ زیب ہے جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ دائرہ کا قطر تقریباً روپے کے برابر ہے۔ میں نے مہرِ نبوت کو دیکھ کر والہانہ انداز سے بوسہ دیا اور آنکھوں سے چھوا۔

کمر

حضور سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ مبارک سیدھی اور چوڑی ہے۔ شانے قدرے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ اس سعادتِ ازلی کے بعد اس بندے نے سراپا کا مشاہدہ کیا جو حسبِ ذیل ہے۔

سر

سرِ مبارک گول اور بڑا، پیشانی کھلی ہوئی۔ پُر عظمت اس قدر کہ نظر بھر کر دیکھنا ممکن نہیں۔ نظر اٹھتی ہے تو پلک جھپک جھپک جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی سرِ تسلیم خم ہو جاتا ہے۔ باعثِ تخلیقِ کائنات حضورؐ کے موئے مبارک گھنے اور مضبوط، رنگ سیاہ۔ بالوں میں ایسی عجیب و غریب چمک جو کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ حضورؐ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی، بھنویں گھنی اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست۔

آنکھیں

آنکھیں روشن اور بڑی۔ نہ بہت بڑی، نہ بہت چھوٹی۔ بہت حسین، اتنی خوبصورت کہ بے مثال۔ خاص بات جو آنکھوں میں نظر آئی یہ ہے۔ آنکھ کا ڈھیلا سفید چمک دار

اور پتلی کا رنگ کالا لیکن گہرائی میں نیلا۔ پتلی کے چاروں طرف ڈورے اس طرح جیسے سورج کے چاروں طرف شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ شعاعیں یا لہریں براہِ راست ذاتِ باری تعالیٰ پر جا کر ٹھہرتی ہیں۔ آنکھ کے ڈھیلے میں جو سفیدی ہے اس میں سچے موتی جیسی چمک ہے۔ پتلی کی گہرائی میں جو نیلا پن ہے اس میں بھی سچے موتیوں کی چمک نمایاں ہے۔ حضورؐ کی پلکیں گھنی اور سیاہ ہیں۔ حضورؐ کی پلک مبارک جب جھپکتی ہے تو فضا اور ماحول میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ پلک جھپکتے وقت میں نے اپنے اندر کرنٹ کی طرح رَو دوڑتی ہوئی محسوس کی۔

ناک

ناک مبارک لانبی اور نیچے سے چوڑی۔ دیکھ کر گلدستے کی تشبیہ ذہن میں آئی۔

دہانہ

اوپر کا ہونٹ پتلا اور نیچے کا ہونٹ قدرے موٹا۔ دہانہ نسبتاً بڑا اور انتہائی خوبصورت۔ گفتگو فرماتے ہیں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہیں۔ آواز کے بارے میں کوئی وضاحت اس لئے نہیں کر سکتا کہ ذہن میں یہ بات محفوظ نہیں رہی۔

داڑھی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک گھنی، گول اور چھوٹی یعنی ایک

مُشت سے تقریباً نصف کم۔ بیس باریک اس طرح کہ ریشِ مبارک سے ملی ہوئی ہیں۔

سینہ اور گردن

گردن مبارک بھری ہوئی۔ قدرے لانبی نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی۔
سینۂ مبارک اُبھرا ہوا۔ سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر۔ نظر آتا ہے جیسے الف بنا ہوا ہے۔

پائے مبارک

پنڈلی میں گوشت بھرا ہوا ہے۔ لیکن پیر کے جوڑ سے اوپر پتلی اور بالکل سیدھی ہے۔ پائے مبارک کے اوپر کا حصہ اُٹھا ہوا، اتنا اُٹھا ہوا کہ پہلی نظر میں محسوس ہو جاتا ہے۔ اوپر کا حصہ اٹھا ہوا ہونے کی وجہ سے پیر کے نیچے تلووں میں خلا ہے۔ میں نے زمین پر لیٹ کر یہ بات دیکھی کہ اگر آدمی حضورؐ کے قدموں میں لیٹ جائے اور حضورؐ کھڑے ہوئے ہوں تو پیر مبارک کے نیچے سے آر پار نظر آتا ہے۔

دندان

حضورؐ کے دندان مبارک سیدھے اور نمایاں۔ دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ دانتوں میں چمک ایسی کہ نظر خیرہ ہو جائے۔ مسکراہٹ دل آویز۔ ہنستے وقت دندانِ مبارک ظاہر نہیں ہوتے۔ حضورؐ مسکراتے ہیں تو آنکھیں بھی مسکراتی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

فرشتوں سے ہم کلامی

عید کی نماز کے بعد دعا کے وقت یہ خیال آیا کہ اربوں کی تعداد میں تمام عالمِ اسلام کے مسلمان ہر تہوار اور ہر مبارک دن دعا مانگتے ہیں کہ فلسطین آزاد ہو جائے، کشمیر آزاد ہو جائے! تمام عالم پر مسلمان حکمراں، مسلمانوں کی عزت و تکریم ہو، ہر طرف دین کے چراغ روشن ہوں، مسلمانوں کو وہ ازلی سعادت نصیب ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ روحانی لذتوں اور سکون سے آشنا ہوں۔ خوف اور غم سے نجات مل جائے، مسلمانوں کا بول بالا ہو وغیرہ وغیرہ۔

لیکن دعا ہے کہ وہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ چشمِ حقیقت سے دیکھا جائے تو دعا کا اثر الٹا نظر آتا ہے۔ اتنا عرصہ فلسطین کے لئے دعا مانگی اور نتیجے میں بیت المقدس ہی گنوا بیٹھے۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ مراقبہ کر کے دیکھنا چاہیئے کہ آخر اس دعا کا کیا بنتا ہے اور دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

دیکھا کہ عیدگاہ میں بہت بڑا مجمع ہے اور وعظ ہو رہا ہے لیکن واعظ جو کچھ کہہ رہا ہے اوپری دل سے کہہ رہا ہے۔ اس میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں۔ زیادہ تر یہ پہلو نمایاں ہے کہ لوگ خوش ہوں۔ سبحان اللہ، واعظ نے کیا خوب دعا مانگی ہے! یعنی یہ دعا صورت و شکل اور لباس کی طرح مصنوعی ہے۔ اس میں نمائش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ غنودگی کی ایک لہر آئی، پپوٹے بھاری ہو گئے۔ پتلیوں کی حرکت ساکت ہو گئی تو نظر

ٹھہر گئی۔ دیکھا کہ فرشتے (ملائکہ عنصری) اس میدان کے چاروں طرف گروہ در گروہ موجود ہیں میں نے ان سے پوچھا: "اے گروہ ملائکہ! یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ انکی دعاؤں میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟"

فرشتوں نے کہا: "یہ سب دھوکہ اور فریب ہے۔ ہائے افسوس! دعا بھی ایک رسم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس مجمع کے بارے میں ہمارا تاثر یہ ہے کہ ایک شخص نے مجمع لگا رکھا ہے اور کسی شعبدے باز کی طرح اپنی تقریر کے ایچ پیچ سے لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ اس طرف دیکھنا بھی ہم سمجھتے ہیں کہ وقت ضائع کرنا ہے۔"

میں نے پوچھا: "اتنے بڑے مجمع میں کیا اللہ کا ایک بندہ بھی ایسا نہیں ہے کہ اس کی دعا شرف قبول حاصل کرے؟"

فرشتہ بولا: "یہاں اللہ کے بندے موجود ہیں لیکن وہ ہماری طرح دعا میں شریک ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون سے واقف ہیں ——————۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی تبدیلی نہیں چاہتی۔ (قرآن)

میں نے فرشتوں سے پوچھا: "کم و بیش تینتیس (۳۳) سال سے دیکھ اور سن رہا ہوں کہ ہم مسلمان دعا مانگتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پورے عالم اسلام میں یہ عمل دہرایا جا رہا ہے۔ اس طرح کروڑوں اربوں بلکہ اس سے بھی زیادہ دعائیں کہاں جاتی ہیں؟"

فرشتوں نے مجھ سے سوال کیا: "آپ کے ہاں دنیا میں یہ جو چوبیس گھنٹے گانا بجانا، غصب، حق تلفی، قتل و غارت گری، تعصب، بددیانتی، اقربا نوازی، خویش پروری، حرص و لالچ، دھوکہ اور فریب دہی کے اعمال ہوتے رہتے ہیں، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ

سب اعمال کہاں جاتے ہیں؟ بلاشبہ دعائیں اگر صدق نہ ہو، گداز نہ ہو۔ ایسا گداز جو وجدان کو حرکت میں لے آئے۔ تو ایسی دعا کا بھی وہی حشر ہوتا ہے جو آپ کے غیر حقیقی اعمال کا ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ سب بے کار اور بدنصیبی پر محمول کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان بدنصیبی اور پھٹکار کے شکنجے میں اس طرح جکڑ گیا ہے کہ اب مسلمان کو مسلمان کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

میں نے فرشتوں سے کہا: "یہ تو صحیح ہے کہ مسلمان بڑی ہی مصیبت اور بدحالی کا شکار ہیں لیکن ہم سیدھے سادے عوام کا کیا قصور، ہمیں کس بات کی سزا مل رہی ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں! ایک طرف واعظ اور اس کی مصلحتوں کا پھندا پڑا ہوا ہے اور دوسری طرف سرمایہ دار حضرات نے اپنی اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔ تڑپتی ہوئی اور سسکتی ہوئی چلتی پھرتی لاش کے علاوہ ہماری کوئی اور حیثیت نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اس قوم کے اجزائے ترکیبی ہیں لیکن اجزائے ترکیبی بذاتِ خود تو کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کس سے شکوہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو ہمارا ذہن روٹی کپڑے سے باہر قدم ہی نہیں رکھتا۔ ہمیں مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں ہی سے کب فرصت ملتی ہے کہ ہم ذہنی سکون کے ساتھ دعا کرنے کے قابل ہوں۔"

فرشتوں نے اس سوال کو بہت غور سے سنا اور جواباً کہا: "یہ ساری دنیا اللہ کی مخلوق ہے اور اس مخلوق کے طفیل یہ دنیا قائم ہے۔ اللہ کی مخلوق سے ہی دنیا میں رونق ہے۔ اللہ کے بندوں سے ہی یہ دنیا ارتقائی منازل طے کر رہی ہے۔"

فرشتوں نے مزید کہا: "آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ قوم نام ہے افراد کا۔ افراد جب اپنے نبی ؑ کے مشن سے دور ہو جاتے ہیں تو ان کے اندر احساس

کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور احساسِ کمتری صلاحیتوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

شیطانی گروہ اللہ کی مخلوق کی اس کمزوری سے ناواقفیت کی بنا پر ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ جس طرح بھی ہو ان کو اس احساس سے نہ نکلنے دیا جائے۔ ہر مذہب کے نام نہاد پیشوا، مخصوص بباس اور مخصوص وضع قطع کو اپنا کر اللہ کی مخلوق کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم تمہارے درمیان مقدس اور برگزیدہ ہیں اور تمہیں اپنی زندگی ہماری بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق بسر کرنی چاہیئے۔ اور یہی زندگی تمہارے لئے راحت اور آرام کی ضمانت ہے۔ اس کے خلاف قدم اٹھا کر تمہارے اوپر دین اور دنیا کی راحتوں کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اور نعوذ باللہ اللہ کی قربت سے دوری تمہارا مقدر بن جائے گی۔ یہ گروہ جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ——

اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستے پر خرچ
نہیں کر ڈالتے پس ان کے لئے عذابِ الیم کی بشارت ہے۔

اپنے مخصوص رہن سہن اور اپنے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو اتنا ہراساں کر دیتے ہیں کہ ان کا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے اور دماغ تعطل کا شکار۔ یک سوئی اور آزاد ذہنی ان کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ بن جاتی ہے۔ اور یہ احساسِ کمتری کا وہ درجہ ہے جہاں پوری قوم انسانیت کے دائرے سے نکل کر بھیڑ اور بکریوں کی صف میں شامل ہو جاتی ہے۔

اس آیت کو پھر پڑھیئے اور غور کیجئے ——

جب تک کوئی قوم خود اپنے اندر تغیر نہیں چاہتی، اللہ تعالےٰ اس کے
اندر کوئی تبدیلی نہیں فرماتے۔

جب قوم اپنے اندر تبدیلی چاہتی ہے تو ہم گروہِ ملائکہ اس قانون کے تحت اس امر پر کاربند رہتے ہیں کہ اس کا ساتھ دیں۔ ہم فرشتے ان کی مرضی اور منشاء کے مطابق ان کے دائیں بائیں، آگے پیچھے رہ کر شیطانی طاقتوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور جو حشر شیطانی قوتوں کا ہوتا ہے اس سے آپ کی زمین کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

یہاں مشکل یہ درپیش ہے کہ ایک قلی سے لے کر بڑے سے بڑے کاروباری تک ہر شخص حرص اور دولت پرستی جیسی بیماری کا شکار ہے۔ عالمِ اسلام میں یہ بیماری عام ہے۔ مذہب اور اللہ کے احکامات کو مصلحتوں کے تحت قبول کیا جاتا ہے، دل سے قبول نہیں کیا جاتا۔ زبان پر اللہ کا تذکرہ ہے لیکن ان کا دل اللہ سے خالی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے قانون کے تحت یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اور اس کی پاداش بہت سخت ہے۔ لوگوں کے دلوں میں جب لالچ اور حرص و ہوس بھر جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ انہیں ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

عامۃ المسلمین کہتے یہ ہیں کہ ہم اللہ کے حبیبؐ کی امت ہیں، عمل دیکھو تو مسلمان کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضورؐ کی زندگی آپ کے سامنے ہے۔ حضورؐ کے رہن سہن سے آپ سب واقف ہیں۔ حضورؐ جس گھر میں قیام فرماتے تھے وہ ایک کچا کوٹھا یا حجرہ تھا چھت کھجور کے پتوں اور تنے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ گھر میں بستر کی جگہ بوریا اور چمڑے کا تکیہ تھا۔ اس تکیے میں روئی نہیں تھی، فوم نہیں تھا۔ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ ہاتھ چھت تک پہنچ جائے۔ پردہ کے طور پر گھر کے دروازے پر ایک کمبل لٹکا رہتا تھا۔ کائنات کے سرتاج، صاحبِ معجزۂ شق القمر، اسلامی حکومت کے سربراہؐ کی رفیقۂ حیات، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کا اثاثہ ایک بستر اور ایک تکیہ،

آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے ایک یا دو مٹکے، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لئے حضورؐ کے صحابہ بھی آپؐ کی زندگی کا نمونہ تھے۔ انصاف کیجئے کیا مسلمانوں کی زندگی حضورؐ کی زندگی سے ملتی ہے! دولت مند ہر آدمی بننا چاہتا ہے لیکن حضرت عثمان غنی رضؓ کوئی بننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آپ ایک طرف زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی امت ہیں، دوسری طرف آپ کی زندگی کا ہر عمل حضورؐ کے عمل کے برعکس ہے۔ اور آپ چاہتے یہ ہیں کہ آپ کے اوپر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، آپ کی دعائیں قبول کی جائیں اور دنیا میں آپ ایک معزز قوم بن کر رہیں۔"

فرشتوں کا یہ کلام میرے لئے تازیانۂ عبرت ثابت ہوا۔ میں نے اپنا محاسبہ کیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ دل کا غبار آنکھوں سے پانی بن کر نکلا تو میرے اندر کی نظر پہ دھند چھاگئی اور کیفیت ٹوٹ گئی۔

خواجہ غریب نوازؒ کے دربار میں

کراچی۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد زبان پر تھا کہ غیر اختیاری طور پر درود شریف پڑھنے لگا۔ کچھ ایسا گداز پیدا ہوا کہ دل بھر آیا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اندر کا غبار دھل گیا تو دماغ سراپا سرور بن گیا۔ آنکھیں بوجھل ہو گئیں۔ نظر ایک روشن نقطہ پر ٹھہر گئی اور دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے آدمی کسی بزرگ کی زیارت کے لئے جمع ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ بزرگ کہاں ہیں جن کی زیارت کے لئے آپ سب حضرات جمع ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب نے اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے کوٹھری میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں مجمع کو چیرتا ہوا اس کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قبلہ حاجی وارث علی شاہؒ ہیں۔ میں نے نہایت عقیدت کے ساتھ سلام کیا۔ پھر دیکھا کہ تخت کے ساتھ ایک ڈیسک نما الماری بنی ہوئی ہے۔ اس ڈیسک پر چند رجسٹر رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ سے عرض کیا: "حضور! میرے پاس ٹکٹ نہیں اور مجھے ٹکٹ کی ضرورت ہے۔" یا یوں گزارش کی: "میرے پاس اس خاندان کا لکھا ہوا پاس نہیں ہے، مجھے پاس دے دیجئے۔"

ایک صاحب نے مجھ سے نظریں ملائے بغیر کہا: "یہ شخص ہمارے خاندان کا فرد نہیں ہے۔"

میں نے پھر عرض کیا: "میں اس خاندان کا ادنیٰ غلام ہوں، ایسا غلام جس کی نسبت خاندانِ چشت سے قائم ہے۔ میرے نام کا رجسٹر میں اندراج ہونا چاہیئے۔"

ان صاحب نے پھر مخالفت کی اور خاموش ہوگئے۔ حضرت وارث علی شاہ صاحبؒ نے مجھے چارٹرڈ [illegible] سند عطا فرمادی اور میں وہ سند لے کر کوٹھری کے باہر آ گیا۔ واپس آکر میں نے دیکھا کہ ایک کوٹھے کا زینہ ہے اور زینہ پر میرے دادا کے خلیفہ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں لپک کر سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور حضرت کو سلام کیا۔

حضرت نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: "تو میرے پاس کیوں آیا ہے؟"

میں نے فوراً اپنے دادا کا واسطہ دیا اور انتہائی لجاجت اور عاجزی کے ساتھ ساتھ رہنے کی درخواست کی لیکن جب میری کوئی شنوائی نہیں ہوئی تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ "قبلہ! جب تک آپ مجھے قبول نہیں فرمائیں گے، میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

اس بات پر حضرت کو ہنسی آگئی اور فرمایا: "تو بہت شریر ہے۔"

میں نے عرض کیا: "حضور! میں آپ کا غلام بھی ہوں اور غلام اپنے آقا پر ناز بھی کرتا ہے۔"

میں نے دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب کی ناگواری خوشی میں بدل گئی۔ اور جیسے ہی یہ بات وقوع پذیر ہوئی حدِ نظر تک میرے سامنے نہایت خوبصورت تالاب آگیا۔ دیکھا اس تالاب میں بہت شفاف پانی بھرا ہوا ہے۔ اور پانی کی تہہ سے بڑی ہی عجیب قسم کی روشنیاں ابل رہی ہیں۔ جب یہ صورت واقع ہوئی تو بزرگ وہاں سے تشریف لے گئے میں اوپر چڑھ گیا۔ میں نے اوپر سے دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ اور اس میدان میں پیرانِ پیر دستگیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا عرس ہو کر ختم ہوا ہے۔ اور دریاں لپیٹ لپیٹ کر اوپر چھت پر رکھی جا رہی ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ دریاں حضور غریب نواز خواجہ اجمیریؒ

کے مزار پر جائیں گی۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے خود کو ایک دری میں لپیٹ لیا۔ پھر کچھ لوگ آئے اور وہ دریوں کو اپنے سروں پر اٹھا کر ہوا میں اڑنے لگے۔ میں جس دری میں لپٹا ہوا تھا وہ بھی اٹھالی گئی۔ اور میں اس دری کے ساتھ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُر انوار کی چھت پر پہنچ گیا۔ میں دری سے باہر آگیا اور چھت سے نیچے ایک احاطہ میں اتر آیا میں نے دیکھا کہ میرے سارے بچے وہاں موجود ہیں۔ اور بچوں کی والدہ بھی وہاں ہیں۔ دو بچے میرے آگے آگے ہوگئے اور میں ان دونوں بچوں کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ بالآخر میں حضور خواجہ غریب نوازؒ کے روضۂ اقدس کے اندر پہنچ گیا۔ میں نے دروازے سے پیچھے مڑ کر دیکھا کر تو بچوں کے قدموں کے نشان نظر آئے لیکن روضۂ اقدس میں صرف دو ہی بچے اندر آئے میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ روضہ کے اندر ایک بہت کشادہ کمرہ ہے اور اس کشادہ کمرے میں ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ اور چارپائی سے کافی فاصلے پر حضور خواجہ غریب نوازؒ زمین کے اوپر فرش پر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ ایک بچہ تیز تیز قدم اٹھا کر حضور خواجہ غریب نوازؒ کے پاس پہنچ گیا۔ اور جا کر بلند آواز سے کہا: "السلام علیکم"

حضور خواجہ غریب نوازؒ نے چادر سے چہرۂ انور باہر کر کے دیکھا اور فرمایا: "کس کا بچہ ہے؟" پھر پہچان کر فرمایا: "آجا، میرے پاس آجا۔"

دوسرا بچہ چارپائی پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے بہت کہا کہ تو بھی حضور خواجہ غریب نواز کے پاس چلا جا لیکن وہ بچوں کی طرح شرما گیا اب میری روداد سنئے۔

دوزخ کا مشاہدہ

میں نے اندر سے دروازے کی کنڈی لگا دی تا کہ اندر کوئی اور صاحب آکر حضور

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آرام میں مخل نہ ہوں۔ میں نے جب آگے بڑھنا چاہا تو جوتے میرے پیروں سے چپک گئے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ پیروں میں سے جوتے نکل جائیں لیکن پیر جوتوں سے آزاد نہیں ہوئے اور اسی کوشش میں دُہائی دی۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ متوجہ ہوئے اور میرے پیر خود بخود جوتوں سے آزاد ہو گئے۔ اور دیکھا کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے تقریباً بیس منٹ تک گفتگو فرمائی۔ زبانِ مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ میرے لئے مشاہدہ بن جاتے تھے۔

فرمایا انسان چھ شعور اور سات لاشعور سے مرکب ہے۔ سات لاشعور کا تذکرہ قرآن پاک میں سات آسمانوں سے کیا گیا ہے۔ ہر آسمان ایک بساط ہے اور اس میں فرشتے آباد ہیں۔ ملائکہ عنصری، ملائکہ کروبی، ملائکہ سماوی، حاملانِ عرش۔ یہ سب فرشتوں کے الگ الگ گروہ ہیں۔ جنت کی دنیا سے متعلق فرشتوں کا ایک گروہ الگ ہے۔ دوزخ کا تذکرہ آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک لامتناہی وسیع و عریض جگہ ہے۔ یہاں آگ ہے۔ کھولتے ہوئے پانی کے دریا ہیں۔ خون اور پیپ کے بڑے بڑے تالاب ہیں۔ زمانیان فرشتے جو دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں۔ اس قدر ہیبت ناک ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سراپا وحشت اور خوف بن جاتا ہے۔ نظر تک دہشتناک خار دار زقوم کے درخت ہیں، بڑے بڑے اژدہے منہ کھولے کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ گھاس ہے لیکن جلی ہوئی اور خشک۔ دوزخ کی زمین پر سنگلاخ چٹانیں ہیں جہاں ڈھونڈھنے سے بھی ہریالی نظر نہیں آتی۔ وہاں کی فضا غمگین، اُداس اور نوحہ کناں ہے۔ یخ اور ٹھنڈے پانی کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ یہاں کے ماحول کو کسی ایسی گیس نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے جو آدمی کے دل کی حرکت

کے لئے ایک عذاب ہے۔ دَم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ زمین پر نظر گئی تو وہ تپتے ہوئے تانبے کی طرح محسوس ہوئی۔ اتنی سخت اور گرم کہ تصور سے ہی جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ایسے ایسے الاؤ روشن ہیں کہ ان کے تصور سے ہی چربی پگھلنے کی چراند آنے لگتی ہے۔ یکایک ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال آیا کہ دوزخ کے باسی لوگ آخر کس طرح زندگی گزاریں گے۔ خیال کا آنا تھا کہ آہ و بُکا، چیخ و پکار اور دلدوز آوازیں کانوں کے پردے سے ٹکرائیں ان آوازوں سے میں بُری طرح سہم گیا، پتہ پانی ہو گیا، جگر خون بن گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو بدستور حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں موجود تھا۔ حضورؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا: "یہ جگہ ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو اپنے رب سے ازل میں کئے ہوئے وعدے سے انحراف کرتے ہیں۔" میں رونے لگا اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اس عاجز و مسکین کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور تسلی دی۔ کچھ کھانے کو عطا کیا (جو یاد نہیں کیا چیز تھی) اور فرمایا "جنت کیا ہے، یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو انعام یافتہ ہیں۔"

جنت کے خوبصورت اور بلند و بالا دروازے پر رضوان کو کھڑے دیکھا۔ رعنائیٔ حُسن کیا بیان کروں! ایسا حُسن جس کو احاطۂ تحریر میں لایا جائے تو نوعِ انسانی کے لاکھوں سال کے ذخیرہ شدہ الفاظ ختم ہو جائیں اور حُسن کا بیان پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے۔ جنت کے فرشتے رضوان پر نظر پڑی تو کششِ حُسن سے پورا جسم کانپنے لگا

رضوان آگے بڑھا اور مصافحہ کیا۔ قرار آگیا۔ بولا: "تم سلطان العارفین خواجہ غریب نواز کے مہمان ہو۔ اندر جا سکتے ہو۔"

جنّت کی سیر

میں آگے بڑھا اور یاقوت و زمرد سے بنا ہوا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ جنت کو ایک وسیع و عریض لامتناہی رقبہ پر آباد ایک خوش نما شہر دیکھا۔ سچے موتیوں کی چمک دمک سے بنی ہوئی اینٹوں سے فلک بوس محلات نظر آئے۔ ہر محل سے پہلے دیدہ زیب اور خوبصورت باغ، باغوں میں مخروطی اور بیضوی تالاب، تالابوں میں آنکھوں کو خیرہ کرنے والا صاف شفاف پانی، پانی ایسا میٹھا جیسے شہد۔ تالاب یا حوض میں فوارے، فواروں میں سے اُبلتا ہوا قوس قزح کی طرح رنگین پانی۔ پانی کی ہر لہر یا دھار کا رنگ الگ۔ جب پانی اُبلتا ہے تو رنگ برنگی ہزاروں قسم کی پھول جھڑیوں کا گمان ہوتا ہے۔ محلات کے اندر آسائش کا ایسا سامان جو زمین پر بسنے والے کے تصور سے باہر ہے۔ پردے ایسے کہ زربفت و کمخواب ان کے سامنے کھدر سے بھی کم وقعت۔ محلات میں خدمت گار حور و غلمان، سراپا نور میں ڈھلے ہوئے، آنکھوں میں سچے موتی اور نیلم کی چمک۔ رخسار لعل بدخشاں، حوریں سراپا سپردگی، غلمان سراپا جذب و کشش۔ میں نے نظر بھر کر حور کو دیکھا تو میرے اوپر کپکپی طاری ہو گئی۔ اور جب اس حالتِ غیر کو حور نے دیکھا تو وہ مسکرائی، ایسی مسکراہٹ کہ بجلیاں کوند گئیں۔ دماغ گھوم گیا۔ کھڑے ہونے کا یارا نہ رہا۔ ایک ہیجان تھا جو لہریں بن کر جسم و جاں میں دوڑ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس صناعی کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ جذب و شوق نے کروٹ بدلی۔ میں دیوانہ وار آگے بڑھا اور حور میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

جنّت کے باغوں میں ایسے درخت دیکھے جو نور سے مرکب سراپا نور نظر آئے۔

ایسے طوطی مقال رنگ برنگے پرندے دیکھے جن کے پروں سے روشنی نکل رہی تھی۔ پھول ایسے جن میں کئی کئی رنگوں کا امتزاج، پھول کی پتی کا ہر رنگ ایک قمقمہ، خوشبو کا طوفان۔ لگتا ہے کہ کروڑوں روشنیوں کے رنگ رنگ قندیل روشن ہیں۔ ہوا چلتی ہے تو پوری فضا جلترنگ ہو جاتی ہے اور اونچے نیچے اور مدھم سُروں میں ساز بجنے لگتے ہیں۔ سازوں میں اتنا کیف و سرور کہ آدمی وجدان سے معمور ہو جاتا ہے۔ باغوں میں دودھ اور شہد کی نہریں۔ پھل اس قدر شیریں اور خوش ذائقہ کہ انسان ان کا ذائقہ چکھ لے تو اس کے اوپر غشی طاری ہو جائے۔ مجھے وہ مقام بھی دکھایا گیا جہاں حضرت آدمؑ و حوا سکونت پذیر تھے۔ وہ درخت بھی مشاہدہ میں آیا جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ دل چاہتا ہے کہ اس درخت کی تشریح بیان ہو جائے لیکن ہاتفِ غیبی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ بات نوعِ انسانی کے شعور کی سکت سے باہر ہے۔

جنّت کی مسحور و مخمور فضا میں ہر طرف ہریالی، خوش نما پھل پھول، آبشاریں، نہریں، تالاب، حوض اور حوض میں کنول کی طرح پھولوں کی بہتات ہے۔ سماں ایسا جیسے بارش تھمنے کے بعد سورج غروب ہونے سے ہوتا ہے۔ القصہ مختصر، میں ابھی محوِ حیرت تھا کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا ——

"کیا سمجھا، یہ سب کیا ہے؟"

اب میں پھر روضۂ مقدس و مطہر کے اندر حضور خواجہ صاحبؒ کے سامنے مکمل عجز و انکسار بنا بیٹھا تھا۔

سلطان العارفین حضور خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ——

"جو دیکھا، کیا سمجھا؟"

اور پھر قرآن کریم کی سورہ المطففین تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے ـــــ
خرابی ہے ڈنڈی مارنے والوں کی، جن کا یہ حال ہے جب لوگوں سے
ماپ لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو
انہیں گھٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن اٹھا کر لائے
جانے والے ہیں؟ اس دن جب کہ سب لوگ اللہ ربّ العالمین کے
سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے
کے دفتر میں ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ قید خانے کا دفتر کیا ہے!،
ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اس روز ان لوگوں کے لئے جو
روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں اور روزِ جزا کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جو حد
سے تجاوز کر جانے والے بدعمل ہیں۔ انہیں جب ہماری آیات سنائی جاتی
ہیں تو کہتے ہیں یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ اصل بات
یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ لگ گیا
ہے۔ ہرگز نہیں، یقیناً اس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے
جائیں گے۔ پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی
چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ہرگز نہیں، بے شک نیک آدمیوں کا
نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے، اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہیں
اوپر والے!، ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اس کو دیکھتے ہیں فرشتے
نزدیک والے۔ بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں، اونچی مسند اور

تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر تم آرام
اور تازگی محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین شراب پلائی جائے گی جس پر
مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہیں
وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اس
شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ
مقرب لوگ شراب پئیں گے۔

مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب اُنکے
پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارہ کرتے تھے، اپنے
گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب دیکھتے تو
کہتے تھے یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں حالاں کہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں
بھیجے گئے۔ آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں مسندوں
پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔ اب بدلہ پایا منکروں نے جیسا
کرتے تھے۔ (پارہ ۳۰، سورہ ۸۳)

اللہ کے دوست سیدنا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وارث، اولیاء اللہ کے
سردار حضور غریب نوازؒ نے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد کہا۔ "تو کیا سمجھا؟ ذہن پر زور ڈال
اور تفکر کر!"

خواجہ صاحبؒ کی زبان سے تلاوت قرآن پاک سنکر میرے اوپر سکتہ کی سی کیفیت
تھی۔ میں کچھ بھی تو نہ بول سکا۔ گم صم خاموش بیٹھا رہا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ بول گویا ہوئے۔ "تو یہ بات جانتا ہے کہ زندگی دو رخ

معنوں میں خبر ہے۔ مسلسل اور متواتر خبر۔ ایسی خبر جو علم کی حیثیت رکھتی ہے۔" اور
پھر جب یہ آیت تلاوت کی ' اور ہم نے آدم کو اپنے اسماء کا علم سکھایا' تو میں پھر شہود کے عالم
میں چلا گیا۔ آدم کی تخلیق کس طرح ہوئی، کھنکھناتی بجتی مٹی کا مفہوم کیا ہے ۔۔ یہ سب اجزا
کڑی در کڑی سامنے آ گئے۔ مختصر یہ کہ آدم ایک خلا ہے، ایسا خلا جو بجتا ہے اور جو چیز بجتی۔
وہ خبر یا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی موقع پر آدم کی تخلیق کے فارمولے منظر عام
پر آ جائیں گے۔

قانون یہ ہے کہ جب کوئی بات سمجھائی جاتی ہے اور کوئی علم سکھایا جاتا ہے تو وہ بات
یا علم ڈسپلے (DISPLAY) ہوتا ہے۔ یعنی جب کوئی صاحب روحانیت 'گیہوں' کہتا
ہے تو ہمارے سامنے محض گندم کا دانہ ہی نہیں ہوتا بلکہ گندم جن انوار اور روشنیوں سے بنا
ہے پہلے وہ انوار اور روشنیاں سامنے آتی ہیں اور اگر یہ بتایا جائے کہ گندم زمین سے
اگتا ہے تو گندم کا یہ اگنا اس طرح ڈسپلے ہو گا کہ

گندم کے اندر روشنیاں، گندم کو ہاتھ سے چھوڑا، فضا میں جو روشنیاں اور
گیسز (GASES) ہیں، وہ روشنیاں اور گندم کے اندر کام کرنے والی روشنیاں باہم
دگر مل کر کیا کیفیت پیدا کرتی ہیں، یہ بات سامنے آتی ہے۔ اور پھر جب گندم زمین
پر گرتا ہے تو زمین کی ساخت، زمین کن انوار، کن روشنیوں اور کن گیسوں (GASES)
سے مرکب ہے ۔۔ یہ سب چیزیں آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ پھر یہ بات علم بن
جاتی ہے کہ گندم ذخیرہ ہے اپنی مخصوص مقداروں کا۔ فضا میں پھیلی ہوئی کھربوں روشنیاں
اور زمین کے اندر کام کرنے والی لہروں کا علم مشاہدہ بن جاتا ہے۔

خالق کائنات کے دوست، مقدس اور برگزیدہ ہستی قبلۂ عالم حضرت خواجہ

معین الدین چشتی اجمیریؒ نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور فرمایا: "واپس جا اور تفکر کو اپنا
شعار بنا لے۔"

اب میں کھلے آسمان کے نیچے چھت پر بیٹھا تھا اور جسم سردی سے کپکپا
رہا تھا۔

فرشتوں کا جسم

شام کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اچانک گرجا کے
سامنے آسمان کی بلندیوں سے ایک مینار نیچے آ رہا تھا۔ اس مینار پر عربی رسم الخط میں کچھ
لکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو کتنا حسین مینار ہے۔ اس نے میری بات کی
تائید کی اور چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا اور میں مینار کو ہی دیکھتا رہا۔ یہ مینار نیچے آتے
آتے ایک مسجد کی چھت پر قائم ہو گیا۔ پھر یہی مینار میرے اوپر جھکا۔ جب میں نے ہاتھ
بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کی تو یہ اوپر اٹھ گیا۔ جب ہاتھ نیچے کر لیا تو پھر میرے اوپر
جھک گیا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ آسمانی مینار ہے، بغیر وضو کے نہیں چھونا چاہیئے۔ جیسے
ہی وضو کرنے کا خیال آیا، فوراً سامنے پانی کا نل آ موجود ہوا۔ میں نے اس نل سے وضو
کیا۔ میرے ساتھ اور بہت سے لوگوں نے وضو کیا۔

یکایک زبردست تیز آندھی آ گئی اور مجھے اڑا کر لے گئی۔ خیریت سے ایک
مقام پر اتر گیا۔ سامنے بہت خوبصورت مسجد ہے۔ ایک دم یہ خیال آیا کہ یہ مسجد نبوی ؐ
ہے۔ خدا کے حضور شکرانہ ادا کیا کہ اللہ پاک نے اس گناہ گار کو یہ موقع عطا فرمایا۔ ذرا
آگے بڑھا تو بند دروازہ نظر آیا۔ دروازہ کھولا اور اندر گیا تو وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا

اس مردِ خدا نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی طرف اشارہ کیا۔ میں انتہائی بے قراری کے عالم میں اور والہانہ انداز سے آگے بڑھا۔ روضۂ اقدس کی جالیوں کو ہاتھوں سے چھوا اور آنکھوں سے بوسہ دیا۔ اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ اللہ تعالٰے نے دیارِ حبیبؐ میں اس وقت بھیجا ہے جب یہاں ایک آدمی بھی نہیں ہے میں تنہا ہوں۔ جس طرح چاہوں اپنے آقاؐ کے حضور سجدۂ غلامی پیش کر سکتا ہوں۔ کیف و مستی سے سرشار، آقائے دو جہاں کی قربت سے آشنا، حضورؐ کے روضۂ انور کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کے اندر موجود پورا گداز میرے دل میں منتقل ہو گیا ہے۔ نہ جانے اتنا رونا کہاں سے آگیا کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ آنکھوں کے ذریعے آنسوؤں کی آبشار گر رہی ہے۔ میری آنکھیں پانی ہو گئیں یہ پانی جب چہرہ کو دھوتا ہوا منہ کے قریب سے گزر کر نیچے ٹپکا تو اس کا ذائقہ نمکین تھا۔ اس سارے عرصے میں اللہ تعالٰے سے رو رو کر گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا۔ اے اللہ، اے میرے پروردگار! میرے اور تمام مخلوق کے خالق، میرے آقا! میں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ خالق ہیں، میں آپ کی مخلوق ہوں۔ اپنے حبیبؐ کے صدقے میں میرے سب گناہ معاف کر دیجئے۔ بہت دیر تک بندہ اپنے خالق کے حضور آنسوؤں کے نذرانے کے ساتھ عاجزانہ التجائیں کرتا رہا۔ بارے قرار آیا۔ اٹھا، حضور انورؐ کے مزارِ اقدس کو چوما، ہاتھوں سے چھوا، آنکھوں سے بوسہ دیا۔ مقدس و منور اور تجلیِ الٰہی سے معمور ان جالیوں سے سر لگایا تو دل کی آنکھیں وا ہو گئیں۔ نظر آیا کہ مزارِ اقدس و مطہرہ پر اللہ تعالٰے کی تجلیات نچھاور ہو رہی ہیں۔ روضۂ مبارک کے چاروں طرف فرشتوں کی صفوں کی صفیں کھڑی حضور فخرِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھیج رہی ہیں۔ فرشتوں کے

جسموں سے روشنیاں پھوٹ رہی ہیں۔ میں ان روشنیوں کو مرکری لائٹ سے تشبیہ دے سکتا ہوں۔ ایسا منظر تھا کہ چاندنی میں دھلی ہوئی مجسم صورتیں صف ایستادہ ہیں۔ ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ ہر فرشتہ سر جھکائے تقریباً رکوع کی حالت میں ہے۔ جب اللہ کی یہ برگزیدہ مخلوق فرشتے یک زبان ہو کر یَا نَبِیْ سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْكَ کہتے تھے تو دل کے تار جھنجھنا اٹھتے تھے۔ زمین و آسمان اور کائنات سمٹی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ واپس ہونے کا حکم ہوا۔ نماز ادا کی اور حضورؐ کے روضۂ اطہر کی شبیہ آنکھوں اور دل میں نقش کر کے افتاں و خیزاں واپس ہوا۔

ہم تین دوست ریلوے کراسنگ سے گزر کر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ چند قدم چلے تھے کہ زور کی ہوا چلی اور گرد و غبار کی ایک دبیز چادر پورے ماحول پر چھا گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس طرح ہم منزل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جتنی بھی کوشش کریں گے، ہوا کا یہ طوفان آگے بڑھنے کی بجائے ہمیں پیچھے ہی دھکیل دے گا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "اگر منزل تک پہنچنا ہے تو آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں۔ اس وقت طوفان زوروں پر ہے۔ آگے بڑھنا محال ہے۔ اگر آپ حضرات میرا ساتھ دیں تو میں روحانی طاقت سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔"

مگر میرے ساتھی اس پر رضامند نہیں ہوئے اور میں تنہا تیز قدموں سے آگے بڑھا۔ ذہن سے یَاحَفِیْظُ یَاحَفِیْظُ کا ورد کرتا ہوا دوڑنے لگا۔ دوڑنے کی رفتار اتنی ہو گئی کہ زمین میرے پیروں سے نکل گئی۔ اور میں آسمان میں پرواز کرنے لگا۔ تقریباً تین میل

اوپر اٹھنے کے بعد دیکھا کہ میں خلاء میں چل رہا ہوں۔ خلاء بھی ہماری زمین کی طرح ایک اسپیس ہے

اللہ کی آواز

خلاء میں ایک سمت جگنو چمکتے ہوئے نظر آئے۔ غور سے دیکھا تو یہ چھوٹے چھوٹے روشن نقطے فرشتوں کی ٹولیوں میں بدل گئے۔ گروہ در گروہ یہ فرشتے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ قریب جا کر میں نے سلام کیا اور فرشتوں سے مصافحہ کیا۔ فرشتوں نے مجھ سے باتیں بھی کیں مگر میری سمجھ میں ان کی کوئی بات نہیں آئی۔

ملائکہ عنصری سے ملاقات کر کے نیچے اترا اور ایک خوبصورت باغ میں خود کو موجود پایا۔ اس باغ میں ایک چھوٹا بچہ کھیل رہا تھا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر باغ سے باہر لے گیا۔ اب دیکھا کہ میں اور وہ لڑکا کسی عمارت میں ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ عمارت "خانۂ کعبہ" ہے۔ لوگ جوق در جوق طواف کرتے نظر آئے۔ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اگلی نشستوں میں بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد سلام پڑھنا شروع کر دیا۔ شریک محفل ہونے پر محسوس ہوا کہ میرے منہ میں پان ہے۔ تھوکنا چاہا تو غیب سے وہاں اگالدان موجود ہو گیا۔ لیکن منہ میں انڈے کے برابر ایک گولہ بن گیا۔ یہ گولہ انتہائی درجہ متعفن اور لیس دار تھا۔ تھوکنا چاہا تو یہ تعفن منہ سے باہر نہیں آیا۔ بالآخر منہ میں انگلی ڈال کر باہر نکالا۔ اور اگالدان میں ڈال دیا۔ منہ میں اب بھی لیس دار رطوبت بھری ہوئی تھی۔ اسی حالت میں درود و سلام کی مجلس میں شریک ہو گیا۔ یکایک خانۂ کعبہ سمٹنا شروع ہو گیا اور آہستہ آہستہ ایک نورانی بساط میں تبدیل ہو گیا۔ اور وہاں موجود تمام لوگ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اب دیکھا کہ یہ بساط عرش ہے۔ عرش نورانی لہروں

سے بھرا ہوا ہے۔ یہاں ان لہروں اور نورانی بساط کے علاوہ کسی اور چیز کا حساس نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ساکت و جامد لہروں میں ارتعاش ہوا اور لہریں "صوت سرمدی" کے ساتھ الگ ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

کس منہ سے کہوں اور کیوں کر بیان کروں کہ ان لہروں کے حجاب میں اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں۔ احساس بندگی حرکت میں آ گیا۔ خمیدہ کمر، سر جھکائے آگے بڑھا اور اللہ تعالیٰ کے قدموں میں گر گیا۔ محسوس یہ ہو رہا تھا کہ میرا سر اللہ تعالیٰ کے پیروں پر رکھا ہوا ہے۔ کان میں آواز آئی "ہمارے بندے! اٹھ کھڑا ہو۔"

میں مؤدب کھڑا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے لگا۔ دیکھا کہ میرے بائیں طرف ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا ہے اور دائیں طرف ایک لڑکی۔ لڑکے کی عمر میرے خیال میں چار سال اور لڑکی کی عمر ڈھائی سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے چھوٹی بچی زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے لڑکے سے پوچھا "اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟"

وہ جواب میں بچوں کی طرح شرما کر خاموش ہو گیا۔

پھر میں نے چھوٹی بچی سے کہا۔ "تم اللہ کو جانتی ہو؟"

اس نے انگشت شہادت سے بتایا۔ "یہ ہیں اللہ تعالیٰ۔"

دل کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ (لڑکے کی طرف اشارہ کر کے) "اسے پتہ نہیں ہے۔" پھر ارشاد کیا۔ "مانگ، کیا مانگتا ہے؟"

بندہ نے عرض کیا۔ "باری تعالیٰ! اب کچھ نہیں چاہیے۔ آپ مل گئے تو پوری کائنات مل گئی۔"

فرمایا۔ "نہیں۔ یہ لو اور کھاؤ۔"

میں نے کیا چیز کھائی یہ بتانے سے میں قاصر ہوں مگر مزہ اس کا سیب اور انگور سے ملتا جلتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے نصیحت فرمائی (جو ذہن میں بالکل محفوظ نہیں رہی۔ بہت یاد کرتا ہوں کہ ایک لفظ ہی یاد آجائے) اور فرمایا۔

"اب تم زمین پر واپس جاؤ۔"

صحابی جن کی زیارت

مراقبہ میں دیکھا کہ ایک مکان ہے۔ مکان کے اندر دو سہ دریاں ہیں۔ سہ دریوں کے دونوں کناروں پر بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ وسیع و عریض صحن میں امرود کا درخت ہے۔ اس درخت میں اتنا پھل ہے کہ ہر طرف امرود ہی امرود نظر آتے ہیں۔ گلہریاں اور طوطے امرود کتر کتر کر نیچے پھینک رہے ہیں۔ میں اور میرا دوست سہ دری کی چھت پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ نظر آیا صحن میں فوارے کے پاس طاق کے اندر ایک شمعدان میں شمع جل رہی ہے۔ شمع پر پروانے نثار ہو رہے ہیں۔ میرے دوست نے اس منظر سے متاثر ہو کر سرمدؔ کا ایک شعر سنایا ؎

سرمدؔ غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

یہ شعر سُنکر میرے اوپر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی ہی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ ایک گھوڑا پرواز کر رہا ہے۔ دُم سے گردن تک زریں لباس میں ملبوس یہ گھوڑا مکان کے چاروں طرف فضا میں چکر لگا رہا

ہے۔ میں نے دوست سے کہا۔ "دیکھو گھوڑا اڑ رہا ہے۔"

اس نے کئی مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا مگر وہ نہیں دیکھ سکا۔ چار پانچ چکر لگا کر وہ گھوڑا صحن میں اتر گیا۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ جیسے ہی گھوڑے نے زمین پر قدم رکھے پورے صحن میں قالین کا فرش بچھ گیا۔ ایک آدمی تیزی کے ساتھ مکان میں داخل ہوا اور گھوڑے کے منہ میں لگام دے دی۔ اس کے بعد نہایت حسین، مہ جبین دوشیزہ آئی اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے زینے کے راستے اوپر لے گئی۔ گھوڑے کے کان میں کچھ کہا اور وہ پھر ہوا میں پرواز کر گیا۔ خوبصورت دوشیزہ نے ہم دونوں کو اپنے ساتھ نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم تینوں سہ دری میں پہنچ گئے تو میں نے اپنے دوست کا تعارف کرایا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ حسینہ نے آگے بڑھ کر اس کے رخسار چوم لئے۔ جواباً دوست نے بھی حسینہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس حرکت سے وہ غیض و غضب میں آگئی۔ معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے کہا۔ "ہم انسانوں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ہم اپنی ماں اور بہن کو پیار کر سکتے ہیں۔" یہ بات سنکر حسینہ مسکرا دی۔

میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور یہ گھر کس کا ہے؟"

حسینہ نے کہا۔ "میں شہنشاہِ جنات عفریت کی بیوی ہوں۔"

سوال کیا۔ "آپ کے شہنشاہ کہاں ہیں؟"

جواب دیا۔ "آج کل ان کے اوپر شادیاں رچانے کا بھوت سوار ہے۔ میں تیسری بیوی ہوں اور وہ اب تک نو شادیاں کر چکے ہیں۔"

میں نے استفسار کیا۔ "تم یہاں اکیلی رہتی ہو؟"

اس نے کہا: "میرے ساتھ میری نانی اور نانا رہتے ہیں۔ چلو ملاقات کرا دوں۔"
دیکھا کہ ایک کمرے میں بڑی بی قرآنِ پاک کی تلاوت میں مصروف ہیں۔
نہ معلوم کس طرح میرے ہاتھ میں دو قرآنِ پاک آ گئے۔ ایک نسخہ بطور ہدیہ میں نے بڑی بی کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی دریافت کیا: "آپ نے قرآنِ پاک کہاں پڑھا ہے؟"

بڑی بی نے کہا: "میرے استاد تمہاری طرح ایک انسان ہیں۔"

دوسرے کمرے میں سفید ریش بزرگ چوکی پر تشریف فرما تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سلام کے بعد عرض کیا: "قبلہ! میں آپ کے لئے قرآن پاک لایا ہوں۔"
یہ سنکر وہ کھڑے ہو گئے اور قرآنِ پاک کو پہلے چوما، آنکھوں سے لگایا اور پھر سر پر رکھ کر گویا ہوئے: "اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھیں اور قرآنِ پاک کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔"

میں نے عرض کیا: "حضور! آپ کی عمر کیا ہے؟"

فرمایا: "پندرہ سو سال اب پورے ہو جائیں گے۔ میں نے رحمت اللعالمین حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے اور قرآنِ کریم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے پڑھا ہے۔"

نوعِ جنات کے بزرگ صحابی کی زبانِ مبارک سے یہ بات سن کر میرے اوپر رقت طاری ہو گئی۔ آگے بڑھا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اس گناہ گار اور سیاہ کار بندے کا یہ نصیب کہ ایک صحابیؓ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہو! بزرگ نے مجھے اٹھایا اور اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا۔

اسی عالم میں مراقبہ تمام ہوا ــــــ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔۔۔ گلے کے پاس قمیص کا پورا حصہ بھیگا ہوا تھا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جنات کی شکل بھی ہم انسانوں کی طرح ہوتی ہے البتہ آنکھ میں فرق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں مچھلی یا سانپ کی طرح گول ہوتی ہیں۔

روحانیت میں سائنس کا عمل دخل

مراقبہ کے بعد کیفیت یہ ہے کہ سر بھاری ہے اور دماغ کھویا کھویا سا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیند میں چل پھر رہا ہوں۔ سر کے پچھلے حصے میں سخت درد اور ہل چل شروع ہو گئی ہے۔ سر ہلتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ناریل میں پانی ہلتا ہے۔ مسلسل تین روز بستر پر لیٹا رہا۔ کھانا پینا تقریباً ختم ہے لیکن مشق میں ناغہ نہیں ہوا۔ تین روز بعد غنودگی میں دیکھا کہ سر بیچ میں سے کھل گیا ہے اور اس کے اندر سے رقیق مادہ نکل رہا ہے۔ سر کے اندر روشنیاں نظر آئیں۔ تین ہفتے بعد خواب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے پہل خواب یاد نہیں رہے۔ دو ماہ بعد خواب یاد رہنے لگے۔ لیکن تسلسل قائم نہیں رہا۔ خواب میں حسب ذیل مناظر دیکھے۔

۱۔ سو روپے کے ان گنت نوٹ۔

۲۔ بہت سی خوبصورت عورتیں۔

۳۔ خواب میں اپنے آپ کو گندہ، ناپاک اور کیچڑ میں لت پت پایا۔

تین ماہ بعد خطرناک جسمانی کمزوری کا احساس ہوا۔ جنسی رجحان ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ گیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ذہن گائے، بھینس اور بکری تک

بن جنسی لذت تلاش کر لیتا ہے۔ ہاضمہ بے حد خراب ہو گیا ہے لیکن عجیب بات ہے
ہر وقت بھوک سی محسوس ہوتی ہے۔ اگلے تین ماہ سخت کرب کی حالت میں بسر
ہوئے۔ طبیعت کئی مرتبہ خودکشی کی طرف مائل ہوئی۔ نیند میں اتنا خلل واقع ہو گیا ہے
لہ ہر وقت آنکھیں بند رہتی ہیں۔ سونا چاہتا ہوں تو نیند نہیں آتی۔

اور اب میرے نفس کے اوپر سے پرانا پرت اتر گیا ہے۔ نیا پرت چڑھ رہا
ہے۔ طبیعت پرسکون ہے۔ کبھی کبھی جی اس قدر ہلکا ہو جاتا ہے گویا کشش ثقل
یعنی جسم کے وزن کا وجود ہی نہیں ہے۔ سگریٹ کے کش لیتا ہوں تو رگ رگ میں
سنسنی دوڑ جاتی ہے۔ بالآخر سگریٹ نوشی ترک کرنے پر مجبور ہوتا ہوں۔ اور لوگوں
کو سگریٹ نوشی کرتے دیکھتا ہوں تو جی متلانے لگتا ہے۔ جنسی جذبے میں حد درجہ
کمی ہو گئی ہے۔ جب بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں تو اس میں مرد نظر آتا ہے۔ زیادہ غور
کرنے سے عورت کے خد و خال مرد میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جنسی خیال آتے ہی
الٹی آنے اور منہ سے بدبودار پانی نکلنے لگتا ہے۔ غصے میں اضافہ ہو گیا ہے۔ چلتے
پھرتے دیکھتا ہوں کہ ایک سایہ میرے ساتھ چل رہا ہے۔ شروع شروع میں اس
پُراسرار سائے سے خوف محسوس ہوا۔ پھر طبیعت مانوس ہو گئی۔ یہ سایہ مجھ سے ۹ انچ
کے فاصلے پر رہتا ہے۔ سایہ مجھ سے بات بھی کرتا ہے لیکن میں صرف اس کے ہونٹ
ہلتے دیکھتا ہوں۔ آواز سنائی نہیں دیتی۔ خواب میں اپنے آپ کو اڑتے ہوئے دیکھتا
ہوں۔ نیز خوش نما باغ، حسین پرندے، نہریں، چشمے اور آبشار نظر آتے ہیں۔

لیٹا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ دیکھا آسمان نظر آ رہا ہے۔ اور کمرے کی چھت
غائب ہے۔ آنکھیں کھولیں تو چھت موجود تھی۔ پھر آنکھیں بند کیں تو نظر آیا کہ

آسمان جگ مگ کر رہا ہے۔ مراقبہ میں دیکھا کہ میرے دماغ کے خلیات
چارج ہو گئے ہیں۔ بجلی کی رَو دماغ سے کمر کی طرف جاری ہے اور میرا جسم سنہری
روشنی کا بنا ہوا ہے۔ حضور بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا
تین باتوں کا خاص طور سے خیال رکھو :-

۱۔ ذہن جنس کی طرف مائل نہ ہو۔
۲۔ گفتگو کم سے کم کرو اور مخاطب کی صلاحیتوں کے مطابق۔
۳۔ کسی راز کی حقیقت کو ظاہر نہ کرو۔

حضور بابا تاج الدینؒ نے میرے سر پر پھونک ماری اور اس کے علاوہ بھی
بہت کچھ فرمایا مگر یاد نہیں رہا۔

میں نے اپنے کو اپنے اندر دیکھا۔ محسوس ہوا کہ ظاہری جسم محض خول اور
غلاف کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے حقیقی وجود یعنی اصلی جسم سے گوشت پوست کے
جسم کا فاصلہ ۹ انچ ہے۔ سانس کی مشق کو ایک سال ہو گیا ہے۔ کیفیت یہ ہے کہ
غصے میں اضافہ، گالیاں بکنا، ہر شخص کی طرف سے بدگمانی۔ سال بھر کے بعد میرے آقا
و مولا نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! میٹھا بالکل چھوڑ دو۔ تعمیلِ حکم میں مٹھائی بالکل چھوڑ دی
چائے تک پھیکی پیتا ہوں۔

آسام کی پہاڑیوں میں

مٹھاس چھوڑے چھ مہینے ہو گئے ہیں۔ دیکھا ایک جوگی صاحب تشریف
لائے۔ فرمایا "مبارک ہو۔ آج میں تمہیں اپنے ساتھ اپنی رہائش گاہ پہ لے جاؤں گا"

صبح کے پانچ بجے ہیں۔ جوگی صاحب آئے۔ فرمایا: "چلو!"
میں کمرے سے نکل کر باہر برآمدے میں ان کے پاس آیا۔ جوگی صاحب نے کہا۔
"آنکھیں بند کر کے میرے کرتے کا دامن پکڑ لو اور ساتھ ساتھ چلے آؤ۔"
چند لمحے بعد جوگی صاحب نے فرمایا: "آنکھیں کھول دو۔"
آنکھیں کھول دیں ــــــــ یا مظہر العجائب! اپنے کو پہاڑ کی تلہٹی (وادی) میں کھڑا پایا۔ اتنی سردی ہے کہ دانت سے دانت بجنے لگا۔ جوگی صاحب نے سر پر ہاتھ دھرا تو سکون آگیا۔ فرمایا کہ یہ آسام کی سب سے اونچی پہاڑی ہے۔ یہی میری جائے قیام ہے۔ دیکھا کہ گنبد نما جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ چھت در کے پتوں اور تنے کی ہے۔ جھونپڑی کے سامنے مکئی کا کھیت تھا۔ جوگی صاحب نے دو بھٹے توڑے، آگ جلا کر سینکے۔ کہا: "کھاؤ، یہ فقیر کا تحفہ ہے۔"
میں بھٹے کھا ہی رہا تھا کہ وہ جھونپڑی کے اندر سے بانسری اٹھا لائے۔ کہا: "تم بھٹے کھاؤ۔ میں تماشہ دکھاتا ہوں۔"
بانسری کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی چلی گئی۔ آواز میں ایسی کشش تھی کہ خدا کی پناہ! دیکھتے ہی دیکھتے پرندے، چرندے، درندے، سانپ، بچھو اور بن مانس گردہ در گردہ آنا شروع ہو گئے۔ عجیب و غریب سماں، عجیب و غریب منظر! ہر قسم کی مخلوق سب آموجود ہوئی۔ ہیبت کے مارے میرے ہاتھ سے بھٹا گر گیا اور عجیب عالمِ بے ہوشی میں اس منظر کو دیکھنے لگا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ بانسری کب تک بجی۔ جوں ہی بانسری کا گیت اور نغمہ بند ہوا یہ سب جانور جس طرح آئے تھے اسی طرح چلے گئے۔ جوگی صاحب نے فرمایا: "تم نے دیکھا مگر یاد رکھو یہ سب بھان متی

کا تماشہ ہے۔ روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"
شب میں ساڑھے تین بجے مراقبہ کے عالم میں ایک ایسا شہر دیکھا جو سب کا سب شیشے کا بنا ہوا ہے۔ گھاس، درخت، مکان کی دیواریں، سڑکیں و سبزہ زار غرض ہر چیز شیشے کی ہے۔ میدان میں گھاس کے اوپر گنبد نما شیشہ لگا ہوا ہے اور اس کے اندر ہوا سے گھاس ہلتی نظر آتی ہے۔ سارے شہر کا سماں اس طرح ہے جیسے سورج نکلنے سے آدھے گھنٹہ پہلے ہوتا ہے۔ وہاں انسانوں ہی کی آبادی ہے اور شہر کا انتظام بھی انسانوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔
سانس کی مشق کرتے کرتے غنودگی طاری ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ تاریکی بھی ایک قسم کی روشنی ہے۔ جس طرح روشنی مشاہدے کا ذریعہ بنتی ہے بالکل اسی طرح تاریکی میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ روشنی اور تاریکی کی دنیا میں کوئی فرق نہیں۔ تاریکی میں بھی اسی طرح آبادیاں ہیں جس طرح ہم روشنی میں دیکھتے ہیں۔ زمین کے اندر سے اس طرح روشنیاں پھوٹتی نظر آئیں جیسے بھاڑ میں چنے بھنتے وقت اچھلتے ہیں۔ مراقبہ میں اپنے اندر سے نہایت حسین و خوشنما روشنیاں پھوٹتی نظر آئیں۔ ان روشنیوں کا رنگ اس قسم کا تھا کہ ان کی مثال ہماری دنیا میں نہیں مل سکتی۔ صحن میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا کہ آسمان پوری بلندی پر نظر آیا۔ خلا بیچ میں سے نکل گیا۔ جو رنگ ہمیں نظر آتا ہے وہ آسمان کا نہیں ہے۔ ہم خلار (SPACE) کو آسمان سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض خلا ہے، آسمان نہیں ہے۔ اصلی آسمان کی مثال بساط کی سی ہے جس پر مختلف مخلوق چلتی پھرتی ہے، کھاتی پیتی ہے۔ اور ہنستی بولتی نظر آتی ہے۔ معلوم نہیں یہ کس قسم کی مخلوق ہے۔ البتہ انسان وہاں بھی موجود ہے۔ میں نے چھت کو چھونا چاہا تو میرا ہاتھ

چھت سے جا لگا۔ اس عمل کو بار بار دُہرایا۔ جب بھی ہاتھ چھت کی طرف بڑھاتا تو چھت سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں نیچے آجاتی تھی جس طرح کہ ربر کی بنی ہوئی ہے۔

میں نے شیخ سے سوال کیا کہ فقراء کس طرح وسیلے کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں؟

حضرت شیخ نے فرمایا کہ سانس اندر لینا صعودی حرکت ہے اور سانس باہر نکالنا نزولی حرکت۔ سانس باہر نکالنے کا عمل (نزولی حرکت) انسان کو زمان و مکان میں مقید کر دیتا ہے اور صعودی حرکت (سانس اندر کھینچنا) اسے زمان اور مکان (TIME AND SPACE) کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ تم اس کا تجربہ کرو۔

خلاء میں چہل قدمی

میں نے شیخ سے عرض کیا کہ حضور بابا تاج الدینؒ کے پاس ناگپور جانا چاہتا ہوں۔

حضور نے فرمایا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

دو تین قدم اٹھانے کے بعد محسوس ہوا کہ زمین پیروں کے نیچے تیزی کے ساتھ لپٹ رہی ہے جیسے فرش لپیٹتے ہیں۔ پاؤں زمین سے اٹھ گئے۔ رفتار کی تیزی نے خوف پیدا کیا۔ میرے شیخ میرے آگے چل رہے ہیں۔ ہم نے زمین سے تقریباً نصف میل کی بلندی پر خلاء میں سفر کیا۔ اور اسی طرح چلتے رہے جس طرح زمین پر چلتے ہیں۔ ایک بات یہ دیکھی کہ خلاء میں جسم لطیف ہونے کے باوجود اسی طرح ٹھوس رہتا ہے جس طرح زمین پر۔

جسم مثالی چاند میں

ایک روز بعد مغرب دل پر دباؤ محسوس ہوا۔ ایک دم جسم معلق ہو گیا۔ بے شمار سیارے نظر آئے جو نقطوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ یہ نقطے بڑے ہوتے چلے گئے۔ اور پھر ان نقطوں کے دائرے بن گئے۔ ہر دائرہ ایک نظامِ شمسی ہے جس میں انسانوں کی آبادیاں ہیں۔ دیکھا کہ کرۂ ارض اور کائنات کے درمیان روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوا ایک پردہ ہے۔ ذہن نے کوشش کی کہ اس پردہ کو توڑ کر کائنات کے اندر داخل ہو جائے۔ آخر ذہن نے اس پردہ کو توڑ دیا۔ اب میں کائنات کے قلب میں چل رہا ہوں۔ اس عالم میں فرشتوں، جنات اور انسانوں کی تخلیق کے فارمولوں کا انکشاف ہوا۔

ایک روز بحالتِ مراقبہ میرا گیس کا جسم (پیکرِ مثالی) میرے اندر سے نکل کر چاند کی طرف چلا اور وہاں اتر گیا۔ وہاں پہاڑیاں، جھیلیں، تالاب اور ریگستان ہیں۔ تالاب اور جھیلوں کا پانی پارے کی طرح ہے۔ چاند میں روشنی بالکل نہیں ہے ایسی بو آتی ہے جیسی ویلڈنگ کے وقت محسوس ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی گیس ہے جو چاند میں پائی جاتی ہے۔

میں نے خواب میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ کی زیارت کی۔ سیدنا حضرت امام حسینؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب ہی میں کرشن جی سے ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس تین چار سادھو بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر مجھ پر ڈال دی۔ عالمِ خواب ہی میں عالمِ برزخ کی سیر کی۔ اور ایسے ایسے عجائبات دیکھے کہ بیان میں نہیں آسکتے۔

آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ دیکھا آسمان نظروں کے سامنے ہے درمیان میں کوئی خلا نہیں ہے۔ یہ بات منکشف ہوئی کہ نوع انسانی کے افراد جس چیز کو آسمان کہتے ہیں وہ آسمان نہیں خلاء ہے۔ آسمان کی چھت سائبان کی طرح نہیں ہے ہم جس چیز کو آسمان کہتے ہیں وہ دراصل خلاء ہے۔

آسمان فی الواقع ایک بساط ہے۔ اور اس بساط پر بھی مخلوق آباد ہے۔ ایسی مخلوق جو ہماری طرح کھاتی پیتی، ہنستی بولتی اور چلتی پھرتی ہے۔ اور ہماری ہی طرح اس مخلوق کے اندر زندگی کی خواہشات، تمام تقاضے اور حواس موجود ہیں۔ ہم کو آسمان پر جو رنگ نظر آتا ہے وہ آسمان کا رنگ نہیں بلکہ خلاء کا رنگ ہے۔

خلاء میں بھی آدمی اسی طرح چلتا پھرتا ہے جیسے زمین پر چلتا پھرتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ اس خلاء میں جسم لطیف محسوس ہوتا ہے لیکن روشنیوں سے بنا ہوا یہ جسم ہڈیوں کے ڈھانچے اور گوشت پوست کے جسم کی طرح ٹھوس ہے۔ خلاء میں موجود کسی انسان کے ساتھ ہاتھ ملایا جائے یا معانقہ کیا جائے تو محسوسات بالکل وہی رہتے ہیں جو زمین پر رہنے والے کسی فرد کے ساتھ معانقہ کرنے یا ہاتھ ملانے کے وقت ہوتے ہیں۔ البتہ جسم ٹی۔ وی کی تصویر کی طرح ٹرانسپیرنٹ نظر آتا ہے۔ ایک بات بطور خاص یہ دیکھی کہ جس وقت میں خلاء میں تھا، خلاء میں چلنے پھرنے کے ساتھ ساتھ نیچے زمین کو بھی دیکھ رہا تھا اور زمین ایک گول دائرے کی شکل میں نظر آ رہی تھی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ زمین کے تمام حصے اپنی سمتوں کے ساتھ نظر کے سامنے تھے۔

زمین کی روحانی حیثیت

زمین کے سلسلے میں عجیب و غریب انکشافات ہوئے مثلاً یہ کہ:-

زمین کے اوپر پہاڑ ایک دائرہ یا گول کڑے کی مانند رکھا ہوا ہے۔ کہیں وہ باہر ہو گیا ہے اور کہیں زمین کے اندر۔ جہاں باہر نظر آتا ہے وہ سب پہاڑی علاقہ ہے۔ اور جہاں پہاڑ زمین کے اندر ہے وہ سب سمندر ہے۔ پہاڑ کے چھلے یا کڑے کے درمیان جو جگہ ہے اس کو ہم خشکی یا زمین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ایسا ہوتا رہتا ہے کہ پانی اپنی جگہ بدل کر خشکی کی جگہ آ جاتا ہے۔ ایسی صورت حال واقع ہونے کے بعد پہاڑ کے چھلے کا درمیانی حصہ خشکی یا زمین سمندر بن جاتی ہے اور سمندر زمین کہلانے لگتا ہے۔ یہ بھی القا ہوا کہ اس طرح کا عمل ہر دس ہزار سال کے بعد ہوتا ہے۔ ہم اس کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ اب سے دس ہزار سال پہلے ہمالہ اور ایورسٹ سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اب پھر دس ہزار سال پورے ہونے کے بعد پہاڑ کی یہ بلند و بالا چوٹیاں تہِ آب آ جائیں گی اور موجودہ دنیا سب کی سب سمندر بن جائے گی۔ اور سمندر کی جگہ نئی دنیا آباد ہو گی۔ ۲۰۰۶ء کے بعد ہماری زمین دس ہزار سال پورے کرے گی اور جب ایسا ہو گا تو دنیا کی آبادی ہزار ارب سے گھٹ کر ایک ارب رہ جائے گی اور جو لوگ بچ جائیں گے وہ گھروں اور شاندار محلات میں رہنے کی بجائے درختوں پر بسیرا کریں گے، جنگلوں اور غاروں کے اندر سکونت پذیر ہوں گے۔

مغرب کے بعد دیکھا کہ میرے اندر ناف کے نیچے دو لطیفے غدود کی صورت

ہیں اور وہ کہکشانی لہروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان لہروں میں زرد رنگ غالب نظر آتا ہے۔ میں نے اپنے ارادے سے زرد رنگ کی جگہ نیلا کر دیا۔ اور پھر ان غدود کو وہاں سے ہٹا کر نئے غدود لگا دیئے۔ یہ وہ غدود ہیں جن کا تعلق خون کو گرم یا ٹھنڈا رکھنے سے ہے۔ خون میں دو قسم کی لہریں ہوتی ہیں — ٹھنڈی اور گرم۔ ٹھنڈی لہروں سے حواس بنتے ہیں اور گرم لہروں سے حواس میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ دماغی امراض مثلاً بے ہوشی، پاگل پن، جنون وغیرہ سب گرم لہروں کی مقداروں میں زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مرگی کا دورہ بھی گرم لہروں کی پیداوار ہے۔ کینسر بھی ان ہی گرم لہروں سے ہوتا ہے۔ ان لہروں کا رنگ زیادہ تر سُرخ ہوتا ہے۔

آج پوری رات اور تمام دن میرا ذہن حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جذب رہا۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ، حضرت اویس قرنیؓ حقیقتِ محمدیہ میں ایک ساتھ قیام پذیر رہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنے سینۂ مقدس و مطہر سے لگایا اور بہت دیر تک اپنے سینۂ مبارک سے لگائے رہے۔ اس کے بعد میرے اوپر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ غیب سامنے آ گیا اور پھر اپنے "فواد" کو دیکھا۔ فواد کے اوپر پیاز کے چھلکوں کی طرح چوبیس پرت ہیں یعنی فواد ان چوبیس پرت کے اندر ایک روشن نقطہ یا مرکزہ ہے۔

ذہن میں یہ بات آئی کہ چوبیس پرت اتار دینے چاہئیں۔ انگشتِ شہادت سے پہلے چودہ پرت کو شگاف دیا۔ پھر آہستہ آہستہ، بہت آہستہ فواد کے اوپر سے یہ پرت الگ کر دیئے اور دوسری مرتبہ اسی طرح مزید دس پرت اتار دیئے۔ دس اور چودہ پرت جب فواد کے اوپر سے اتر گئے تو زمان اور مکان کی نفی ہو گئی اور

نظر نے عرش کا مشاہدہ کیا۔ پھر خود کو کائنات میں دیکھا۔

میرے سامنے ایک عورت پیش کی گئی۔ میں نے یہ کہکر اس عورت کو قبول نہیں کیا کہ یہ جنس ہے۔ پھر ایک اور عورت پیش کی گئی۔ اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ الجھن اور پریشانی ہے۔ تیسری عورت کہاں چلی گئی یہ بات یا تو دیکھی نہیں یا پھر حافظہ میں نہیں رہی۔ البتہ جب چوتھی عورت سامنے آئی تو میں نے کہا "یہ عقل ہے۔ اور میں اسے ہرگز قبول نہیں کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا کی۔ "الٰہی مجھ پر رحم نازل فرما۔ مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔ میں تو صرف آپ کو چاہتا ہوں۔ میرے اللہ! میری التجا اپنے رحم و کرم سے قبول فرما لیجئے!"

جمعہ کے روز عصر کے بعد مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت قبلہ بابا تاج الدین ناگپوریؒ تشریف لائے۔ میں نے ان سے بہت دیر تک باتیں کیں۔ مراقبہ کے بعد ڈائری لکھتے وقت مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات یاد نہیں رہی۔ صرف ایک بات یاد ہے۔ وہ یہ کہ میں نے حضور باباؒ سے عرض کیا۔ "حضور! مجھے اپنی نسبت عطا فرما دیجئے۔"

دیکھا کہ باباؒ نے میرے سر کی طرف اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا اور میرا سر بیچ میں سے کھل گیا۔ اب بابا حضورؒ اٹھے اور میرے سر کے کھلے ہوئے حصے میں پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور آہستہ آہستہ انہوں نے میرے اندر اترنا شروع کر دیا۔ اور ان کا پورا جسم میرے جسم میں اس طرح تحلیل ہو گیا کہ ہاتھ میں ہاتھ، ٹانگ میں ٹانگ، سر میں سر، آنکھوں میں آنکھیں اور میرے کانوں میں بابا کے کان آ گئے۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ بابا تاج الدینؒ کی نسبت مجھے منتقل ہو گئی ہے۔

خواب میں دیکھا کہ ایک کوٹھڑی ہے جو بہت ہی سرسبز و شاداب پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ میں وہاں موجود ہوں۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی بیٹھے ہیں۔ میں نے اس کوٹھڑی کی کھڑکی میں سے دیکھا سامنے آسمان پر دو ہلال نکلے ہوئے ہیں۔ ایک چاند روشن ہے اور دوسرا قدرے کم روشن ہے۔ میں نے بڑے تعجب کے ساتھ ان دونوں ہلالوں کو دیکھا اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دکھایا۔ اور تشویش کا اظہار کیا۔ اور کہا "کتنی حیرتناک بات ہے کہ ایک ساتھ دو چاند نکلے ہوئے ہیں۔"

لوگ یہ صورتِ حال دیکھ کر پریشان ہو گئے اور ان سب نے بھی بہت زیادہ حیرت کا اظہار کیا۔ ان کی یہ تشویش دیکھ کر میں خوف زدہ ہو گیا۔ میں نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں! کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے اور مجھے ایسے وقت اپنے بیوی بچوں کے پاس گھر میں ہونا چاہیئے۔" پھر خیال آیا اس وقت میں گھر سے بہت دور ہوں۔ ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ خواب میں زمانیت اور مکانیت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں یہاں سے اڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فضا پر غبار چھا گیا اور طوفانی ہوا چلنے لگی۔ یہ خطرناک حالت دیکھ کر میں نے خواب ہی میں مراقبہ کیا اور مراقبہ میں اپنے آقا کے پاس پہنچ گیا۔ قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ "حضور! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک ساتھ دو چاند نکلے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے طوفان آگیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی زبردست مصیبت آنے والی ہے۔"

میرے آقا نے فرمایا۔ "حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کارندے برابر کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ حالات سدھر جائیں مگر حالات ہیں کہ روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب جسم کا کوئی حصہ سڑ جاتا ہے تو اس کا کاٹنا

ضروری ہو جاتا ہے تاکہ جسم کے دوسرے حصے زہر آلود ہونے سے بچے رہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ناخوش ہیں۔ تمام اصحابِ تکوین اور فرشتے لرزہ براندام ہیں کہ دیکھئے سرکارِ عالی، حاصلِ کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا احکامات صادر فرماتے ہیں۔ کسی اللہ کے بندے میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ آگے بڑھ کر کچھ عرض کر سکے۔ تکوین کا ہر آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اپنے اپنے وقت پر سفارش کر چکا ہے اور حضورؐ نے کسی ایک صاحب کی پیش کردہ تجویز کو بھی نامنظور نہیں فرمایا۔ اس کے باوجود ہماری کوششیں بارآور نہیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کے قانون لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے اندر رہتے ہوئے لاکھوں طریقوں سے انسپائر (INSPIRE) کیا گیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ دولت پرستی، جاہ طلبی اور حُبِ دنیا لوگوں کا شعار بن گیا ہے۔ ہر شخص جانتے بوجھتے تباہی اور بربادی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ غریب اس لئے بددیانت ہے کہ اس کی معاش اس کے لئے تنگ کر دی گئی ہے۔ امیر اس لئے بددیانت ہے کہ اس کی حرص کا پیٹ کسی طرح بھی بھرنے میں نہیں آتا۔

لوگ دیانت داری، اعلیٰ نصب العین اور اصول پسندی جیسے جذبات سے عاری ہو چکے ہیں۔ رشوت، چور بازاری، اغوا، اسمگلنگ، ملاوٹ، جعل سازی، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ لوگوں کا معمول بن چکے ہیں۔ غیر منصفانہ اور ظالمانہ نظامِ معیشت کی جڑیں گہری ہو چکی ہیں۔ مرض میں روز افزوں ترقی ہے اور علاج کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ جو لوگ علاج کر سکتے ہیں وہ خود اس جان لیوا مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ "معیارِ زندگی" کے خوبصورت اور پُر فریب نام سے ہر شخص

ایک دوسرے کو فریب دے رہا ہے۔ عامۃُ الناس کی تنخواہ کا تناسب شرمناک حد تک غیر منصفانہ ہے۔ ایک سرمایہ دار ماہانہ جتنی رقم کی سگریٹوں کا دھواں اڑا دیتا ہے اتنی ہی رقم ایک آدمی کو تنخواہ دی جاتی ہے جو مکان کا کرایہ، بچوں کی تعلیم، ریل اور بسوں کے کرائے کے لئے، صاف ستھری غذا کے لئے، لباس اور دوسری بنیادی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ جب مزدور اپنے آقاؤں کا رویہ دیکھتے ہیں اور ان کی شاہانہ زندگی سامنے آتی ہے تو یہ بھی ان ہی طرزوں میں سوچنے لگتے ہیں جن طرزوں کو دولت پرست اپنائے ہوئے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک طبقہ کے پاس وسائل ہیں اور دوسرے طبقہ مزدور کے پاس صرف طرزِ فکر ہے۔ ان حالات میں قوموں کا استحکام متزلزل ہو جاتا ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مستقبل کا سورج کس طرح طلوع ہوگا۔

اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

"اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔"

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: "حضور! کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ مصیبت کے یہ بادل چھٹ جائیں اور ہم محفوظ و مامون زندگی گزاریں۔"

فرمایا:

"بظاہر ہر تدبیر ناکام ہو چکی ہے۔ فرشتے بھی ناخوش ہیں کہ ہم جتنی زیادہ اچھائیوں کی طرف ترغیب دیتے ہیں، آدمی اس سے کہیں زیادہ خدائی قانون کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور جب کوئی قوم خدائی قانون کی جان بوجھ کر

خلاف ورزی کرتی ہے تو قدرت ایسی قوموں کو برداشت نہیں کرتی۔ ایسی قومیں مٹ جاتی ہیں، محکوم بن جاتی ہیں اور ان کے شب و روز پر ادبار برسنے لگتا ہے۔ وہ عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو کر ذہنی سکون سے محروم ہو جاتی ہیں۔ خوف اور حزن ان کے اوپر مسلط ہو جاتا ہے۔"

آنکھ کھلی تو دل کی حرکت تیز تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حجابِ عظمت کیا ہے؟

ایک روز طبیعت میں بے کیفی اتنی بڑھی کہ اللہ تعالٰے سے درخواست کی "یا اللہ! اب میں اس ماحول میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے اس دنیا سے رخصت ہونے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ اس دنیا اور ماحول سے میرا دل بھر گیا۔ آپ کا بڑا کرم اور رحم ہوگا مجھے یہاں سے بلا لیجئے۔"

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا۔ "تجھ کو کیا چاہیئے؟ روپیہ چاہیئے تو خزانے عطا فرما دیئے جائیں۔"

میں نے عرض کیا: "یا اللہ! مجھے روپیہ پیسہ کچھ نہیں چاہیئے۔ میری سب ضرورتیں آپ اپنی رحمت سے پوری کر دیتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: "اے اللہ! میری زندگی کا مقصد آپ اور صرف آپ ہیں۔"

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا۔ "تو ہمارے لئے اس دنیا میں زندہ رہ۔"

طبیعت میں اس قدر کیف اور وجد طاری ہو گیا کہ ہر چیز خوشی میں

نا چتی گالی محسوس ہوئی اور ذہن پھول کی طرح ہلکا ہو گیا۔

حقیقت محمدیہؐ میں ذہن کو مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ حقیقت محمدیہ ایک نورانی لہر کی شکل میں نزول کرتی ہے۔ اس نزول میں شگاف پڑ گیا اور میں اس شگاف کے اندر چلا گیا۔

اب خود کو عرش معلیٰ پر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ حجاب میں تشریف فرما ہیں۔ میں ہاتھ جوڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دو زانو نہایت مؤدب بیٹھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حجاب سے ماورا محض احساس کی حد میں نظر آئے۔ میں نے خود کو بھی صرف محسوس کیا۔ خدوخال غائب ہو گئے۔ صرف یہ احساس باقی رہ گیا کہ میں اور اللہ تعالیٰ یہاں موجود ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: "میرے اللہ! میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ حجابِ عظمت کیا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "حجابِ عظمت ہماری تسبیح، ہمارے تقدس اور ہماری شان کا مظہر ہے۔"

میں نے عرض کیا: "حجابِ کبریا کیا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "حجابِ کبریا ہماری ربانیت، ہماری معبودیت اور ہماری خالقیت کا مظہر ہے۔

دیکھا کہ حجابِ محمود میں ہوں۔ یہاں بھی صرف احساس باقی رہ گیا۔ میں نے ذہن یکسو کر کے اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ دیکھا کہ ہر طرف تجلیات کا ہجوم ہے۔ میں تجلیات میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ میری کوشش یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤں۔ تجلیات

دائروں کی صورت میں میرے چاروں طرف ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ بالآخر تجلیات میں ایک محراب نما راستہ بنا۔ میں جلدی سے اس کے اندر چلا گیا ——— اللہ تعالیٰ کو خدوخال اور حجاب سے ماوراء مشاہدہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ہستی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے میں نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ! آپ نے اپنی رحمت سے مجھے اپنی بصارت، سماعت اور فواد عطا فرما دیا۔ آپ اپنا تکلم بھی عطا فرما دیجئے۔"

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند چھینٹے میرے اندر جذب ہو گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے تجھے اپنا تکلم عطا فرما دیا۔"

میں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ! مجھے ان سب کا استعمال بھی سکھا دیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ایک ایک بات عرض کرو۔"

"بصارت کا استعمال بتا دیجئے۔ میں آپ کی بصارت کیسے استعمال کروں؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب تو کسی چیز کو دیکھے تو یہ خیال کر کہ تو نہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی بصارت مجھے دکھا رہی ہے۔ تو سوچتا ہے کہ تو دیکھ رہا ہے۔ تو نہیں دیکھ رہا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ اور وضاحت فرما دیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہر چیز کو ہماری معرفت دیکھ۔ خود کی نفی کر دے۔"

"اللہ تعالیٰ سماعت کے بارے میں ارشاد فرمایئے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تو جو کچھ سنتا ہے ہمارے سننے کو سنتا ہے۔ جو آواز بھی آئے اس کو یہ جان کہ یہ اللہ کی صفت ہے۔"

فواد کے بارے میں ارشاد ہوا۔ "جو کچھ سوچے اللہ کے لئے سوچے۔"

میں نے عرض کیا۔ "اے میرے اللہ! سوچنے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان کی زندگی پراگندہ کرتی ہیں۔ کیا یہ باتیں بھی آپ کی طرف سے ہوتی ہیں؟"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "ہر سوچ ہماری طرف سے ہے۔ جب انسان اس میں اپنی ذات شامل کر دیتا ہے تو وہ اس کے لئے بارِ خاطر ہو جاتی ہے۔ کوئی بھی سوچ اپنی جگہ خراب نہیں ہے۔ انسان جب اس میں اپنی ذات کو وابستہ کر کے معنی نکالتا ہے، اس وقت یہ بات ہماری نہیں رہتی۔ جب تک ذات شامل نہیں ہوتی، ہر سوچ ہماری طرف سے ہے۔ اس بات کو ذہن میں راسخ کرلے۔ اس کا رُخ اللہ کی جانب موڑ دے۔"

میں نے عرض کیا۔ "اللہ میاں! آپ کا ذکر کس طرح کروں؟"

فرمایا۔ "میرا ذکر شکر کے ساتھ کر۔"

اور ساتھ ہی قرآن پاک کی آیت اعملوا اٰل داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور زبان سے ادا ہوئی۔

عرض کیا۔ "اللہ تعالیٰ! کوئی لفظ ارشاد فرمایئے۔"

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ "اَللّٰہُ اَحَدٌ" ــــ ذہن میں یہ معنی آئے کہ ایسا اللہ جو مخلوق کے تمام اوصاف سے ماورا رہے۔"

عرض کیا۔ "فواد کے بارے میں کچھ اور فرمایئے۔"

ارشاد ہوا کہ قرآن پاک میں تفکر کو اپنا شعار بنالے۔

آدمی چھ نقطوں میں بند ہے

بولٹن مارکیٹ سے بس میں سوار ہو کر گھر آرہا تھا۔ بس میں اس قدر رش تھا کہ لگتا تھا کسی بڑے ڈبے میں سامان کی طرح مسافروں کو پیک کر دیا گیا ہے۔ دھوئیں اور جلے ہوئے تیل کے ساتھ آدمیوں کے پسینے کی بو بھی بس میں بسی ہوئی تھی۔ بس چلنے پر کھڑکی سے ہوا کا جھونکا آتا تو متعفن پسینے کی بو سے دماغ پھٹنے لگتا۔ بس میں سوار مسافر ایسے بھی تھے جن کے سفید براق لباس سینٹ کی بھینی خوشبو سے معطر تھے۔ کچھ لوگوں نے سر میں ایسے تیل ڈالے ہوئے تھے جن میں دوائیوں کی خوشبو موجود تھی۔ خوشبو اور بدبو کے اس امتزاج سے دماغ بھاری ہو گیا۔ اور دم گھٹنے لگا۔ جب یہ صورت واقع ہوئی تو ذہن میں یکایک یہ خیال وارد ہوا کہ آدمی کے اندر اس قدر تعفن کیوں ہے؟ ذہن اس خیال پر مرکوز ہو گیا۔ پھر مرکزیت اس قدر بڑھی کہ آنکھیں خمار آلود ہو گئیں۔ اور آہستہ آہستہ یہ خمار غنودگی میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔

دیکھا کہ ایک گول دائرہ ہے۔ اس گول دائرے کے اوپر چھ اور دائرے ہیں۔ ہر دائرہ مختلف رنگوں سے بنا ہوا ہے۔ کوئی دائرہ نیلگوں ہے، کوئی سبز ہے، کوئی سُرخ ہے، کوئی سیاہ ہے اور کوئی بے رنگ ہے۔ توس قزح کے ان رنگوں میں دلچسپی بڑھی تو یہ چھ دائرے چھ روشن نقطوں میں تبدیل ہو گئے اور یہ بات منکشف ہوئی کہ ہر ذی روح دراصل ان چھ نقطوں کے اندر زندہ ہے۔

ان چھ نقطوں کو جب اور زائد گہرائی میں دیکھا تو نقطوں کے درمیان فاصلہ قائم ہوگیا۔ پہلا نقطہ سر کے بیچ میں نظر آیا۔ دوسرا نقطہ پیشانی کی جگہ، تیسرا نقطہ دائیں پستان کے نیچے، چوتھا نقطہ سینے کے بیچ میں، پانچواں نقطہ دل کی جگہ اور چھٹا نقطہ ناف کے مقام پر دیکھا۔

ناف کے مقام پر جو نقطہ موجود تھا اس میں تاریکی غالب تھی اور اس میں تعفن کا احساس نمایاں تھا۔ بڑی حیرت ہوئی کہ اس قدر روشن اور تابناک نقطوں کے ساتھ یہ کثیف، تاریک اور متعفن نقطہ کیوں ہے؟ ذہن اس کھوج میں لگ گیا۔ اب میری حالت یہ تھی کہ ذہن جسم کو چھوڑ چکا تھا۔ گوشت پوست کے جسم کی حیثیت ایک خالی لفافہ کی تھی۔ یہ احساس ہی نہیں رہا کہ میں بس میں سفر کر رہا ہوں۔ آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوگئیں اور اب میں پوری طرح مراقبہ کے عالم میں تھا۔ مراقبہ میں دیکھا کہ ہر آدمی کے کندھوں پر دو دو فرشتے موجود ہیں۔ اور یہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ لیکن لکھنے کی طرز یہ نہیں ہے جو ہماری دنیا میں رائج ہے۔ نہ ان کے ہاتھوں میں قلم ہے اور نہ سامنے کسی قسم کا کاغذ ہے۔ فرشتوں کا ذہن کوئی بات نوٹ کرتا ہے اور وہ بات فلم کی طرح ایک جھلی پر نقش ہوجاتی ہے۔ نقش ونگار کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی کے ذہن میں ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری ہے۔ دوسرے آدمی کے ذہن میں ایذا رسانی اور حسد کے جذبات متحرک ہیں۔ تیسرا آدمی کسی کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ یہ آدمی قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے باہر نکلا۔ ایک فرشتے نے فوراً اس کے ذہن میں ترغیب کے ذریعے یہ بات ڈالی کہ قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے اور جان کا بدلہ جان ہے لیکن

اس آدمی نے اس ترغیب کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور قدم بقدم اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھتا رہا۔ ترغیبی پروگرام پر جب عمل نہیں ہوا تو دوسرے فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کردیا اور اس فلم پر یہ تصویر منعکس ہوگئی کہ وہ بندہ قتل کی نیت سے گھر سے باہر آیا اور اس کے اوپر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ یہ بندہ اور آگے بڑھا اور متعین مقام پر پہنچ کر اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ دوسرے فرشتے نے فوراً ہی اس کو بھی فلما دیا۔

جرم کرنے کے بعد اس بندے کے ضمیر میں ہل چل برپا ہوگئی۔ دماغ میں مسلسل اور تواتر سے یہ بات آتی رہی کہ یہ کام میں نے صحیح نہیں کیا ہے۔ جس طرح میں نے ایک جان کا خون کیا ہے اسی طرح میری سزا بھی یہی ہے کہ مجھے قتل کردیا جائے۔ ضمیر کی یہ ملامت بھی فلم بن گئی۔

علیٰ ہٰذالقیاس۔ تینوں آدمیوں نے اپنے ارادے اور پروگرام کے تحت عمل کیا اور جیسے جیسے اس پروگرام کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اقدام کیا، ہر عمل اور ہر حرکت کی فلم بنتی چلی گئی۔ اس کے برعکس ایک آدمی نماز کے ارادے سے مسجد کی طرف بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر خلوص نیت سے نماز ادا کی۔ خلوص نیت اللہ کو پسند ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس پسندیدگی کے نتیجے میں وہ انعامات و اکرامات کا مستحق قرار پایا۔ گو کہ اُسے معلوم نہیں کہ اس کا عمل مقبول ہوا یا مقبول نہیں ہوا لیکن چونکہ اس کی نیت مخلصانہ تھی، اس لئے یہ عمل کرنے کے بعد اس کا ضمیر مطمئن ہوگیا اور اس کے اوپر سکون کی حالت قائم ہوگئی۔ سکون کا اصل مقام

جنت ہے۔ ضمیر نے مطمئن ہو کر اس بات کا مشاہدہ کیا کہ میرا مقام جنت ہے۔ جیسے ہی جنت سامنے آئی، جنت کے اندر تمام انواع و اقسام کے پھل، شہد کی نہریں، حوضِ کوثر وغیرہ وغیرہ سامنے آگئے۔ جب ضمیر ایک نقطہ پر مرکوز ہو کر ان انعامات و اکرامات سے فیض یاب ہو چکا تو فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کر دیا اور یہ ساری کارروائی فلم بن گئی۔

ایک دوسرا آدمی گھر سے نماز کے لئے چلا۔ ذہن میں کثافت ہے۔ اللہ کی مخلوق کے لئے بغض و عناد ہے۔ مشغلہ حق تلفی، سفاکی، بربریت اور جبر و تشدد ہے۔ مسجد میں داخل ہوا، نماز ادا کی لیکن ضمیر مطمئن نہیں ہوا۔ ضمیر مطمئن نہ ہونا دراصل وہ کیفیت ہے جس کو دوزخ کی کیفیت کے سوا دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ جب یہ آدمی نماز سے فارغ ہوا اور دل و دماغ خالی اور بے سکون محسوس کئے تو فوراً دوسرے فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کیا اور ساری روئیداد بھی فلم بن گئی۔

فرشتوں نے مجھے بتایا ______

اس وقت آپ کے سامنے دو کردار ہیں۔ ایک کردار وہ ہے جس نے ترغیبی پروگرام سے روگردانی کی اور محض اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ہی بھائی کو قتل کر دیا۔ ایک وہ شخص ہے جس نے بظاہر وہ عمل کیا جو نیکوکار لوگوں کا عمل ہے۔ لیکن اس کی نیت میں خلوص نہیں تھا۔ وہ خود کو اور اللہ کے نظام کو دھوکا دے رہا تھا۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس کی نیت میں خلوص ہے، ذہن میں پاکیزگی

ہے اور اللہ کے قانون کا احترام ہے۔

آئیے اب ہم ان دونوں گروہوں میں سے ایک ایک فرد کی زندگی کا مطالعاتی تجزیہ کرتے ہیں۔

قتل کرنے والا بندہ جب دنیا کی ہماہمی اور گہما گہمی اور لامتناہی مصروفیات سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے اوپر جرم کا احساس مسلط ہو جاتا ہے۔ دل، بےچینی اور دماغ پریشانی کے عالم میں سیدھی حرکت کے بجائے اس طرح گھومتے ہیں کہ یہ پریشانی ذہنی خلفشار اور دماغی کشاکش میں پیش آنے والے آلام و مصائب کی تصویریں بن جاتی ہیں۔ اب فرشتے کی بنائی ہوئی فلم پر نقوش اس بندے کے اپنے ارادے اور اختیار سے گہرے ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ان نقوش میں گہرائی واقع ہوتی ہے، اس آدمی کے اندر روشن نقطے دُھندلے ہونے لگتے ہیں اور یہ دھند بڑھتے بڑھتے اس نقطہ پر جو ناف کے مقام پر ہے محیط ہو جاتا ہے۔ اور اس نقطہ کے اندر روشنیاں تاریکی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کسی بندے کے اوپر جب یہ کیفیت وارد ہو جاتی ہے تو تاریکی اور کثافت ایک متعفن پھوڑا بن جاتی ہے اور اس پھوڑے کی سڑاند اس کے خون میں رچ بس جاتی ہے۔ پھر یہ سڑاند بڑھتے بڑھتے اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ باقی پانچ نقطے اس آدمی سے کافی حد تک لاتعلق ہو جاتے ہیں۔

فرشتوں کی اس تعلیم سے میں مبہوت و ششدر تھا کہ سماوات سے ایک آواز گونجی۔ وہ آواز گھنٹیوں کی آواز کی طرح تھی۔ جب اس مدھ بھری اور سُریلی آواز میں میں نے اپنی تمام تر توجہ مبذول کی تو میری سماعت سے

یہ آواز تکرائی ـــــ مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر، ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر دبیز پردے ڈال دیئے۔ ایسے ناسعادت آثار لوگوں کے لئے عذاب الیم کی وعید ہے۔

آواز کا سننا تھا کہ خوف سے دل لرز اٹھا۔ جسم کے سارے مسامات کھل گئے۔ زبان پر فریاد تھی اور آنکھوں میں آنسو۔ آنسار دیا، اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ لوگوں نے دیکھا، سمجھے پاگل ہے۔ کچھ لوگوں نے آوازے کسے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بس میں موجود ایک آدمی نے بھی ہمدردی کا کوئی لفظ زبان سے ادا نہیں کیا اور میں اسی عالم بے قراری میں بس سے اتر گیا۔

جس وقت گھر پہنچا، گھر میں اندھیرا تھا۔ اس غم ناک اور الم آمیز کیفیت کا اثر یہ ہوا کہ نڈھال ہو کر چارپائی پر گر گیا۔ دل میں کسک نے درد کی شکل اختیار کر لی۔ لگتا تھا کسی نے دل کے اندر کوئی کیل ٹھونک دی ہے۔ یکایک سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور لطف و کرم کی طرف توجہ مبذول ہو گئی۔ اب پھر دیکھا کہ وہ دونوں فرشتے موجود ہیں اور سر پر ہاتھ پھیر کر مجھے تسلی دے رہے ہیں۔ اس فرشتہ نے جو نیکی کی فلم بنانے پر متعین تھا، میرے سامنے اپنی بنائی ہوئی فلم کو کھولنا شروع کر دیا اور آنکھوں کے سامنے ایک اسکرین آگئی۔

یا مظہر العجائب! ناف کے مقام پر کثیف اور تاریک نقطہ کی بجائے روشن نقطہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اتنا روشن کہ سورج کی روشنی اس کے سامنے چراغ اور چاند کی چاندنی ان نورانی روشنیوں کے سامنے ٹمٹما دیا۔ دماغ کے اوپر المناک کثافت دیکھتے ہی دیکھتے دھل گئی۔

وہ شخص جس نے خلوص نیت سے نماز ادا کی تھی اور جس کے دل میں اللہ کے بنائے ہوئے قانون کی حرمت تھی، موجود تھا۔ اس آدمی کے اندر روشن نقطے کی شعاعیں، سورج کی شعاعوں کی طرح گردش کرنے لگیں۔ ایک سکون کا عالم تھا کہ ٹھہرے ہوئے سمندر کا سکوت تھا۔ روشن روشن دل میں جل ترنگ کا سماں تھا۔ کیف و مستی کا ایک عالم تھا اور اس کیف و مستی کے عالم میں وہ شخص جنت کی پر فضا وادی میں گلگشت چمن تھا۔ جنت کے نظارے کا کیا بیان کیا جائے۔ ایسے ایسے محلات کہ جن کے اندر فن تعمیر ایسا کہ دنیا کی کوئی تاریخ مثال نہیں پیش کر سکتی۔ ہیرے جواہرات سے مرصع اس محل میں ان صاحب کو محو استراحت دیکھا جن کی خدمت کے لئے حوریں مامور تھیں۔ قسم قسم کے طیور اور پرندے چہک رہے تھے۔ لگتا تھا کہ ان صاحب کی تعریف و توصیف کے ترانے گا رہے ہیں۔ ایسے تراشے ہوئے پتھروں سے حوضیں دیکھیں جن پتھروں کی چمک دمک کے سامنے سچے موتیوں کی چمک دمک ماند ہے۔

جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ یہ مقام ان قدسی نفس حضرات کا مقام ہے جو خلوص نیت سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے دل میں اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ کار فرما ہے۔ جن کے دل حق آشنا ہیں اور جو آدم و حوا کے رشتے سے اپنی بہن بھائی کا احترام کرتے ہیں اور ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق اس دکھ درد سے نجات حاصل کرے۔ اس پر سکون عالم کو دیکھ کر میرے اوپر سکوت طاری ہو گیا۔ عقل گم ہو گئی۔ سماعت ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔ دنیا کو دیکھنے والی بصارت ایک فریب

اور دھوکا نظر آئی اور پھر بے اختیار آنکھیں پانی بن گئیں۔ یہ آنسو غم اور خوف کے آنسو نہیں تھے، تشکر کے آنسو تھے۔ میری اس والہانہ خوشی سے دونوں فرشتے بھی خوش ہوئے اور پوچھا جانتے ہو یہ کن لوگوں کا مقام ہے؟ یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو اللہ کے حبیبؐ کے بتائے ہوئے راستے پر خلوصِ نیت سے عمل کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنا دوست کہا ہے۔ بے شک اللہ کے دوستوں کے لئے خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم آشنا ہوتے ہیں۔

یہ دونوں فرشتے کراماً کاتبین تھے۔

رُوح کی آواز

سعیدہ خاتون بٹ ، لندن۔

میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک بہت ہی بڑا قرآنِ مجید رحل پر رکھا ہے اور ایک بہت بڑا ہاتھ قرآنِ مجید کا ایک ایک صفحہ الٹتا جا رہا ہے۔ اور غیب سے آواز آرہی ہے کہ دیکھو کیا ہم نے قرآن مجید میں یہ نہیں لکھا کہ جو قوم تباہی کے راستے پر جائے گی اس پر ہم عذاب نازل کریں گے؟ پہاڑ کے اطراف میں بہت سارے لوگ ہیں جس میں ہمارا خاندان بھی ہے۔ وہ بڑا سا ہاتھ برابر قرآن مجید کے ورق پلٹتا جا رہا ہے۔ اور آواز آرہی ہے "اٹھو، سنبھلو، ہوش میں آؤ! جو قوم بھی تباہی کے راستے چلی مٹ گئی، تباہ کردی گئی"۔ اسی طرح پورے قرآن شریف کا ایک ایک صفحہ پلٹا اور غیب سے آواز آتی رہی۔

انہیں دنوں ایک دوسرا خواب دیکھا کہ جیسے ایک بڑا سا گھر ہے۔ ایک بڑے کمرے میں میں بیٹی کچھ کتابیں پڑھ رہی ہوں۔ آس پاس بہت سے رشتے دار ہیں۔ نانی، پرنانی، پھوپھی، امی وغیرہ وغیرہ۔ گھر کے تمام افراد ہیں۔ اتنے میں شور اٹھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ سب لوگ بھاگ بھاگ کر اُن کے آس پاس جمع ہو گئے۔ وہ ایک ایک کے سر پہ ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور دعائیں

دیئے جاتے تھے۔ سب ان سے فرمائش کرنے لگے کہ حضورؐ میری فلاں خواہش پوری کرا دیجئے وغیرہ وغیرہ۔ آں حضرتؐ خوش خوش کہتے جاتے "ہاں، تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی انشاء اللہ۔ جب سب لوگ خوش خوش چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی دوپٹے کا کونہ مٹھی میں دبائے خاموش کھڑی ہے۔ اس کا رنگ خوف و دہشت سے سفید پڑ گیا ہے۔ میں اس سے کہتی ہوں "ارے، تم الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو۔ تم کو پتہ نہیں آں حضرتؐ آئے ہیں۔ آگے آؤ" وہ کچھ نہیں کہتی۔ بہت زیادہ رنجیدہ ہے۔ اپنی مٹھی کھول دیتی ہے۔ اس کے پلو میں چاندی کی ایک انگوٹھی ہے جو ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میرا بھی رنگ فق ہو جاتا ہے جیسے اس نے انتہائی بڑا گناہ کیا ہو۔ میں اس کی طرف دیکھتی ہوں تو وہ اس قدر رنجیدہ ہوتی ہے کہ اس پر ترس آتا ہے۔ آخر میں اس کو تسلی دیتی ہوں کہ چلو میں تم کو لے چلتی ہوں، تم مت گھبراؤ۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آگے لے کر جاتی ہوں۔ آں حضرتؐ کے سامنے اس کی مٹھی کھولتی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی ٹوٹی انگوٹھی دیکھتے ہیں، رنج و غم ان کے چہرے سے عیاں ہوتا ہے۔ میں اس لڑکی کی سفارش کرتی ہوں۔ کچھ دیر بعد چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ آتی ہے اور وہ اپنا دست مبارک لڑکی کے سر پر پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں "جاؤ، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پھر اس کی انگوٹھی جڑ جاتی ہے۔

میں نے دو سال قبل ۱۹۶۳ء کے کسی جمعہ کو ایک خواب دیکھا تھا۔ اس کے بعد میں دو تین مرتبہ دیکھ چکی ہوں وہ خواب آپ کو سنا رہی ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اتنا لمبا خواب اتنی دور سے آپ کو کیا لکھوں۔ لیکن رات میں نے پھر دیکھا کہ

وہ خواب آپ کو سنا رہی ہوں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ وہ خواب مجھے آپ کو لکھ دینا چاہیئے۔

میں باورچی خانے میں میٹھی کھانا پکا رہی ہوں۔ میرا دیور بھی پاس ہی بیٹھا ہے۔ اس نے کہا بھابھی موسم بڑا پیارا ہو رہا ہے، چلو پکنک پر چلیں۔ میں نے کہا کاش اس وقت ر۔ص۔ وغیرہ بھی ہوتیں تو کتنا مزہ آتا۔ اسی وقت دیکھا کہ وہ سامنے سے چلی آ رہی ہیں۔ میں ان سب کو لے کر اپنے خاص کمرے میں گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کمرہ میرے لئے خاص طور پر سجایا گیا ہے۔ بہت ہی بڑا کمرہ تھا۔ زمین پر ایک طرف چاندی کا تخت بچھا ہوا تھا، جس پر سفید چادر اور گاؤ تکئے تھے۔ کمرے کی دیواریں سنہری تھیں اور اس پر سینریاں بنی ہوئی تھیں، اتنی خوبصورت کہ بیان سے باہر ہے۔ چھت بھی سنہری تھی۔ ہر طرف سونے کی چیزوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ پہلے میں نے سب کو اپنا کمرہ دکھایا۔ پھر میں سب کو دوسرے کمرے میں لے گئی کہ کچھ کھا پی لیں۔ وہاں پر دو لمبی لمبی میزیں بچھی ہوئی تھیں جن پر انواع و اقسام کے میوے، پھل اور مٹھائیاں تھیں۔ میز پر خاندان کے تمام لوگ جمع تھے۔ ان سب کو کھاتے اور خوش گپیاں کرتے دیکھ کر میں انتہائی خوش تھی۔ پھر میں نے بھی ہاتھ بڑھا کر ایک گلاب جامن اٹھایا اور کھانے لگی۔ پتہ چلا کہ یہ تو امرود ہے نہایت مزے دار۔ اندر سے گلابی اور اوپر سے بالکل گلاب جامن لگتا تھا۔ پھر انگور اٹھایا۔ چھوٹا سا ہرے رنگ کا تھا۔ لیکن میں نے اُسے کئی مرتبہ دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھایا۔ اور ہر مرتبہ منہ بھر بھر کر رس نکلا۔ پھر سب دو دو تین تین کی ٹولیوں میں بٹ کر ہنستے کھیلتے باغوں میں گھومنے لگے۔ پھر میں آپ کو لے کر ایک بڑے سے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی جہاں خاموشی

تھی اور کوئی نہ تھا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو ایک خواب سناتی ہوں جو میں نے ابھی دیکھا ہے۔ آپ نے کہا ضرور سناؤ۔ میں نے کہا کہ میں نے ایک باغ دیکھا ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ باغ اتنا خوبصورت ہے، اتنا خوبصورت ہے کہ ...... اتنا کہہ کر اچانک میری زبان بند ہوگئی۔ سخت نشہ سا چھا گیا۔ آنکھیں اور ہونٹ بھی بند ہوگئے۔ میں اپنی پوری قوت لگانے کے باوجود ایک معمولی سی آواز بھی نہ نکال سکی۔ پھر میرا دل چاہا کہ خوبصورتی اس باغ کی بیان کروں کہ اب بولنے کے قابل ہوں۔ لیکن اسی لمحے پھر خمار چھا گیا، آنکھیں اور ہونٹ بالکل بند ہوگئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں بالکل بچی ہوں، معصوم حالاں کہ میرا ڈیل ڈول نوجوان تھا سب نے باریک ریشم کے لباس پہن رکھے تھے مگر اس میں سے بدن نظر نہ آتا تھا اور نہ کہیں سلائی نظر آتی تھی۔ سب لوگ اپنے لباس لہراتے ہوئے اس طرح چل رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پانی پر بہتے چل رہے ہوں۔

اس کے بعد دیکھا کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک تنگ۔ سیدھا اور ہموار راستہ ہے اور بہت ہی خوب صورت پُل بنا ہوا ہے اور یہ پُل معلق ہے۔ اس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا، پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ میں ایک طرف کھڑی انہیں بغور دیکھ رہی تھی۔ معاً مجھے خیال آیا کہ اس راستے پر چلتے ہوئے اگر کوئی انسان نیچے گر پڑے تو اس کی ہڈیوں کا پتہ بھی نہ چلے اور وہ ان گہرائیوں میں گرتا ہی چلا جائے، کبھی پتہ نہ پائے۔ ذرا سا بھی قدم بہکے تو نیچے گر سکتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں دہشت سے کانپ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوئے ہولے اس پر چڑھنا شروع کیا اور ساتھ ہی سورۂ فاتحہ کی آخری آیتیں پڑھتے

جاتے تھے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آخر تک جن کا مطلب یہ ہے "اے خدا! ہم کو سیدھے راستے پر چلا، ان کا راستہ جن پر تو نے انعام نازل فرمایا۔ اور ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔" بس یہی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور چڑھتے جاتے تھے۔ جب آدھا راستہ طے کر چکے تو کھڑے ہو کر مجھے دیکھا۔ میں یہ سب بغور دیکھ رہی تھی۔ ان کے دیکھتے ہی میں نے مسکرا کر اسی راستے پر قدم رکھ دیا۔ اور ان کے پیچھے چلنے لگی۔ آنکھ کھلی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔

اس خواب کے بعد مجھے شدت سے اپنے اندر تبدیلی کا احساس ہونے لگا ہے۔ میں ایسا سکون محسوس کرتی ہوں کہ یقین مانئے آج تک ایسا سکون میرے دل کو نہیں ملا۔

اس کے بعد سے میں متواتر سچے خواب دیکھے جا رہی ہوں۔ میری ایک سہیلی کے بچے کا پاکستان میں انتقال ہوگیا۔ اس کے انتقال کے ایک دو دن پہلے ہی مجھے خواب میں پتہ لگ گیا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ جب سے رمضان شروع ہوا ہے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں راتوں کو عبادت کرتی رہتی ہوں۔ ویسے میں دو تین بجے اٹھ کر نماز اور قرآن وغیرہ پڑھتی ہوں۔ نمازِ فجر کے بعد ذرا سی دیر کو سو جاتی ہوں میرے خطوط آپ کو برابر مل رہے ہوں گے۔ شعبان اور خصوصاً رمضان شروع ہوتے ہی مجھے اپنے اندر زبردست تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے میں رات بھر عبادت کرتی ہوں۔ اب ایک عجیب واقعہ سناتی ہوں۔

کر کوئی انسانی زبان ایسی درد بھری آواز میں بین نہیں کر سکتی۔ مجھے محسوس ہوا کہ
اس آواز سے آسمانوں کے فرشتوں کے دل بھی لرز رہے ہیں۔ اسی طرح کافی
دیر تک میں نے یہ نظارہ دیکھا۔ پھر اس کے بعد مجھے پوری طرح ہوش آگیا اور
میرا دماغ پوری طرح کام کرنے لگا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ آج کوئی نئی
اور زبردست بات ہونے والی ہے۔ کچھ دیر بعد مجھے خاص دعائیں پڑھوائی
گئیں کہ اس رمضان کو ہمارے لئے مبارک فرمائیے وغیرہ وغیرہ۔ پھر میں نے دیکھا
کہ ایک فرشتہ یہ دعائیں لے کر میرے دل کے پاس سے اُڑا۔ اس کے پروں کا رنگ
سنہری تھا۔ اسی وقت میرے حواس بجا ہوئے۔ اور میں اللہ تعالےٰ کی حمد و
ثنا کرتی رہی۔ خوف و دہشت سے اٹھ بھی نہیں سکی۔ اس وقت میں اکیلی ہی تھی۔ آخر
ایک دم بہت ہی شدید دہشت میرے دل پر طاری ہوئی۔ میں سخت گھبرا گئی میری
روح کی آواز [illegible] مجھے [illegible] میری آنکھیں [illegible] بھنچ گئیں۔ اور میرا جسم ساکت
ہوگیا۔ روح نے کہا۔

"میں کچھ دیکھ رہی ہوں۔ میں کیا دیکھ رہی ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں
کچھ دیکھ رہی ہوں۔"

وہ نہایت تیزی اور بے چینی سے گردن اِدھر اُدھر کر کے کہتی جا رہی تھی اور
جلدی جلدی تیزی سے بول رہی تھی۔

میں نے دل میں کہا کہ میری آنکھوں کے سامنے سوائے اندھیرے کے
کچھ نہیں ہے۔ اسی وقت روح کی آواز آئی ــ "ہاں، میں ایک نور دیکھ رہی ہوں۔"
اس وقت یقین جانیے میں جاگ رہی تھی۔ اور پورے حواس میں تھی۔ مجھے

اکیسویں [21] روزے کی رات کو لیٹے لیٹے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہوئی۔
میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنکھیں
بالکل بھنچ گئیں اور مٹھیاں بند ہو گئیں۔ سخت دہشت دل پر سوار ہو گئی۔ میں خوب
جانتی ہوں کہ یہ وہی کیفیت ہے جو مجھ پر بھائی جان کے مرنے کے ایک ماہ پہلے
سے ان کے مرنے تک طاری رہی۔ جس میں آنکھیں سختی سے بند ہونے کے باوجود
نانی و پڑنانی کی روحوں کو دیکھتی اور سنتی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے کوئی خاص
علم دیا جا رہا ہے۔ یہ خواب نہیں تھا بلکہ بیداری میں ایک کیفیت تھی۔ مجھے ایسا
محسوس ہوا کہ جیسے میرے دل میں کوئی عظیم ہستی ہے جو مجھے خاص باتیں بتا اور
دکھا رہی ہے۔ مجھے اپنے نانا کے متعلق بتایا گیا۔ انہیں میں نے کمرے میں بیٹھا ہوا
بھی دیکھا حالاں کہ میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور نہ ان کے بارے میں سنا تھا

دوسری رات یعنی بائیسویں [22] روزے کو دیکھا کہ کوئی مجھ سے دعائیں پڑھوا
رہا ہے۔ یہ دعائیں کچھ اس طرح تھیں۔ ہر دعا مجھ سے دو دو تین تین بار پڑھوائی
گئی۔ یہ سب کے لئے تھیں۔" اے خداوند کریم! ہم سب کے گناہ معاف کر دیجئے،
ہمیں سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔" پھر اچانک میں نے بہت ہی درد بھری
چیخ سنی اور بین سُنے۔ یہ میری اپنی ہی رُوح تھی جو اللہ تعالےٰ کے دربار میں دو زانو
بیٹھی اتنی بری طرح رو رو کر بین کر رہی تھی کہ میرا دل بھی لرز اٹھا۔ جیسے کسی ماں کا
جوان بیٹا مر جائے تب بھی کوئی ماں اس بری طرح رو کر بین نہ کرتی ہوگی۔ وہ مسلسل
روئے جا رہی تھی اور کہتی جاتی تھی "ہائے اللہ میاں! مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے۔"
اور جب وہ ہائے کرتی تھی تو اتنی لمبی سانس کھینچتی اور اتنی درد بھری آواز سے کہتی

معلوم تھا کہ میرے پاس بچے سو رہے ہیں اور شوہر گھر میں ہیں۔ صرف میری آنکھیں بند تھیں جو میں باوجود پوری کوشش کے کھول نہیں سکتی تھی۔ اور دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ میری بند آنکھوں کے سامنے پہلے نور کی تین لکیریں نمودار ہوئیں۔ میری رُوح مسلسل کہے جا رہی تھی۔ وہ انتہائی خوشی کی آواز تھی۔ "ہاں، میں ایک نور دیکھ رہی ہوں۔ ہاں، یہ خدا کا ہی نور ہے۔"

وہ یہی کہے جا رہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے تین لکیریں نور کی تھیں۔ ان کی وسعت کا اندازہ میں نہیں لگا سکتی۔ وہ اس قدر وسیع و عریض تھیں کہ تمام کائنات کو محیط تھیں۔ اور بے انتہا روشن اور حسین تھیں۔ پھر اس نور نے چاند کی شکل اختیار کی۔ پھر دائرہ کی شکل بن گئی۔ پھر کافی دیر بعد وہ دائرہ یا نور کا ہالہ میری نظروں سے دور ہوتا گیا اور غائب ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ میری روح یہ نظارہ مدتوں تک دیکھتی رہی اور اس قدر اس میں محو ہو گئی کہ اسے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔ آخر جب وہ اچھی طرح سیر ہو گئی تو اسے ہوش آیا۔ اور پھر اس نے بہت تیزی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

"میں اس نور کو سجدہ کرتی ہوں جو میں نے ابھی دیکھا ہے۔"

وہ یہ جملہ بہت روانی کے ساتھ بولتی جا رہی تھی۔ اور اسی تیزی سے سجدے بھی کرتی جا رہی تھی۔ کوئی انسانی زبان اتنی تیز رفتاری سے نہیں بول سکتی۔ اور نہ ہی اس تیز رفتاری سے کوئی انسان سجدے کر سکتا ہے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ رُوح کی طاقت انسان سے ستر ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس نے لاکھوں سجدے کئے اسی برق رفتاری کے ساتھ۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ نہایت ہی حسین فرش ہے

اور میری رُوح عرش پر ہے۔ اس کا فرش ہرے رنگ کا ہے، نہایت ہی چمکدار۔ اس میں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ اور ایک نہایت ہی عظیم کرسی ہے۔ اور اس پر کوئی عظیم ہستی تشریف فرما ہے، بالکل میرے سامنے۔ اور میں اس کے قدموں میں بیٹھی ہوئی سجدے کر رہی ہوں۔ اسی وقت میری بھنچی ہوئی آنکھیں کھل گئیں۔ دل کی دھڑکن رفتہ رفتہ نارمل ہوئی مگر میں بستر پر بالکل ساکت پڑی تھی، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دل میں شدید تکلیف تھی کہ میں چلا چلا کر رونے لگی۔ پھر میری زبان سے بے ساختہ زور زور سے یہ الفاظ نکلے: "ہاں، ہاں وہ خدا کا نور تھا جو میں نے ابھی ابھی دیکھا۔"

میری زبان نے تین دفعہ یہ جملہ دہرا کر اس کی تصدیق کر دی۔

تنہائی ہونے کے باوجود مجھے اپنے جسم میں ایک عجیب سی طاقت محسوس ہوئی۔ میں اسی وقت بستر سے اٹھ گئی۔ زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ اور میں زبان سے زور زور سے کہتی جا رہی تھی۔ "ہاں، یہ سچ ہے وہ خدا کا نور تھا۔"

پھر میں نے لائٹ آن کی۔ میرے تمام جسم پر لرزہ طاری تھا۔ مجھ پر ایسی کیفیت طاری تھی کہ جیسے کسی نے مجھ پر سحر کر دیا ہو۔ میں بڑی مشکل سے اپنی ہمت یکجا کر کے سیڑھیوں سے اترنے لگی۔ (بیڈ روم اوپر کی منزل پر ہے) میں نے دیکھا کہ میرے اطراف آگے پیچھے، دائیں بائیں بے شمار فرشتے میرے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ میں خود اپنے آپ کو ساری کی ساری نظر آئی۔ یعنی میں اپنا پورا وجود خود دیکھ سکتی تھی جیسے کوئی آئینے میں دیکھتا ہے۔ میں بہت حسین تھی اور ایک لمبا سا گاؤن باریک ریشم کا پہنے ہوئے تھی۔ میں نے نیچے آکر ہر ہر کمرے،

باورچی خانہ اور تہہ خانے غرض کہ ہر کمرہ کھول کر رکوع کے بل جھک جھک کر زور زور سے یہ الفاظ زبان سے کہے۔ "سلامتی ہو اے فرشتو تم پر، سلامتی ہو اے فرشتو تم پر۔" کیونکہ مجھے ہر جگہ حتیٰ کہ تہہ خانے میں بھی بے شمار فرشتے ہی فرشتے نظر آرہے تھے۔ پھر میں نے بڑی ہی مشکل سے وضو کیا۔ مجھ سے نقاہت کے مارے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا تھا۔ اور اس وقت میں بے حد رنجیدہ تھی اور اتنی سخت احساس کمتری میں مبتلا تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے بڑی ہی مشکل سے چار رکعت نفل پڑھی۔ میری طاقت جواب دے رہی تھی، میرا دماغ بوجھل سا تھا۔ میں نڈھال ہو کر بیٹھ گئی۔ اور مسلسل فائر پلیس (FIRE PLACE) میں راکھ کے ذرّوں کو دیکھنے لگی۔ یہ مکان کافی پرانا ہے۔ اس میں سینٹرل ہیٹنگ سسٹم نہیں ہے۔ آگ تو فائر پلیس کی بجھ گئی تھی۔ میں راکھ کے ذرّوں کو دیکھنے لگی۔۔ نڈھال اور غمگین سی۔ پھر مجھے ایسا لگا کہ ایک ایک ذرّہ جاندار ہو گیا ہے۔ اور انسانوں کی طرح قہقہے لگا رہا ہے۔ بری طرح میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ راکھ کے یہ سارے ذرّات میرا مذاق اڑا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ دیکھ لی اپنی حقیقت۔ تم ہم ذرّوں سے بھی زیادہ حقیر ہو۔ کس چیز پر اکڑتی ہو؟ یقین جانئے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ میرا رواں رواں مجھے سر ہلا ہلا کر کہتا نظر آیا کہ ہاں یہ سچ ہے، انسان کی حیثیت اللہ کے نزدیک ان راکھ کے ذرّوں سے بھی کم تر ہے۔

میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کہ کیوں مجھے اپنا دیدار کرایا۔ میں پہلے ہی کون سی دنیا میں خوش تھی کہ مجھ پر یہ غم و اندوہ کے پہاڑ ڈال دیئے۔ مجھ میں

پہلے ہی کیا احساسِ برتری تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو دکھا کر اور بھی مجھے ذلیل ترین ثابت کر دیا۔ میں خود اپنے وجود سے شرمندہ تھی اور خود بڑی حقیر لگ رہی تھی اور یہی سوچے جا رہی تھی کہ شاید اب اس صدمے سے ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکوں۔ پھر اس وقت میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت جاگی۔ ایسا محسوس ہوا کہ وہ اتنی عظیم ہستی ہے کہ ان کے سامنے ہم ان ذرّوں سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل ہیں۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور پھر ان کے عذاب سے اتنی شدّت سے ڈر لگا کہ رواں رواں کانپ گیا۔

دراصل مجھے پتہ نہیں کیوں ہمیشہ سے خواہش تھی کہ کاش میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں اور اس واقعہ کے ایک دن پہلے ہی میں نے قرآنِ مجید میں پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن نیک بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ میں نے اسی وقت حضورِ قلب سے دعا کی اللہ میاں! مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ لیکن اب دیدار ہونے کے بعد مجھے اپنی اس خواہش پر اس قدر شرمندگی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں بار بار اپنی رُوح سے کہتی کہ تجھے کیا پڑی تھی یہ خواہش کرنے کی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری رُوح بے سُدھ اور نڈھال، نیم بے ہوشی کے عالم میں اسی فرش پر پڑی ہے۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ جنبش کر سکے۔ کیونکہ دیدار کے بعد اس پر اپنی حقیقت واضح ہو گئی تھی۔ میں اسی طرح بے حس و حرکت نڈھال سی بیٹھی تھی۔ آخر تھوڑی دیر بعد، شاید تین چار بجے ہوں گے، شوہر ریسٹورنٹ سے لوٹے تو میں نے رو رو کر سارا واقعہ بیان کیا کہ پتہ نہیں کہیں میں پاگل تو نہیں ہو گئی۔ انہوں نے بہت تسلیاں دیں کہ تم تو خوش قسمت ہو کہ اتنی بڑی چیز گھر بیٹھے عطا

ہوگئی ہے۔ جب کہیں میری ڈھارس بندھی۔

وہ ایسا حسین نظارہ تھا جس نے میری رُوح کو منور کر دیا۔ اب دنیا کی کوئی چیز دل کو نہیں بھاتی۔ دل میں سکون و اطمینان کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔

مجھے اللہ تعالےٰ کا نور نظر آیا جو میں نے ان آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی آنکھوں سے دیکھا جس کی تفصیل اوپر لکھ چکی ہوں۔ جس وقت فرشتے مجھ سے دُعائیں منگوا رہے تھے میں شعور میں تھی، جاگ رہی تھی مگر میں اپنے ارادے سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ ان تینوں دن رات کے درمیان میں میں بے حد ڈری اور سہمی سہمی رہی۔ بس ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی عظیم طاقت نے مجھے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس قدر عظیم اور طاقتور ہستی ہے کہ مجھے آن کی آن میں ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔ پھر میں نے ڈر کے مارے ان ہی تینوں دنوں کے دوران یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالےٰ میرے دل و دماغ پر پہرے بٹھا دیجئے تاکہ میں کوئی غلط بات سوچ بھی نہ سکوں۔

چوتھے دن شاید صبح یا دوپہر کو اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے دماغ پر چند فرشتے (تعداد معلوم نہیں) بٹھا دیئے گئے ہیں اور وہ ہر ہر لمحہ مجھے حکم دیتے تھے اب یہ کرو، اب وہ کرو۔ اب سو جاؤ۔ اب اٹھو۔ اب بچہ کو دودھ پلاؤ۔ اب کھانا پکاؤ۔ غرض انہوں نے حکم دے دے کر اس طرح صحیح کام مجھ سے کروائے اور صحیح وقت پر کروائے کہ میں حیران ہوں۔ وہ میرے دل میں ہی سے مجھ پر حکم چلاتے رہتے۔ مجھ میں اتنی مجال نہیں تھی کہ اس کے علاوہ میں کوئی بات سوچ بھی

سکوں یا حکم عدولی کر سکوں مگر سارا کام وقت پر اور ٹھیک انجام پاتا رہا۔ رات بھی جلدی سو جاتی کہ صبح جلد اٹھ سکوں۔ صفائی اور پاکی پر بہت زیادہ توجہ ڈالی گئی کیونکہ بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔

دوسرے دن میں عینک باورچی خانے کی میز پر بھول گئی۔ اور کمرے میں آ کر فائر پلیس کے اوپر ابھی چشمہ ڈھونڈنے کو ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ انہوں نے کہا وہ باورچی خانے کی میز پر ہے۔ میں بوکھلا کر وہاں گئی تو چشمہ وہیں تھا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

اس طرح دو تین دن ہو گئے۔ میں سب کام کرتی مگر اس قدر بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کرتی اور رنجیدہ بھی ہوتی کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے کہ سارا وقت ڈنڈا سر پر رہے گا تو میں سکون کا سانس کیسے لے سکوں گی۔ ڈر اور دہشت سے جان نکلی جاتی۔ مسکراہٹ تو ان دنوں میرے چہرے پر کبھی بھی نہ آئی۔ بھوک پیاس اڑ گئی۔ وہ زبردستی مجھے کھانے کا حکم دیتے اور بڑی مشکل سے میں چند لقمے کھاتی۔

فرشتے کے پر سنہری تھے

سعیدہ خاتون بٹ ، لندن۔

دراصل میرے صرف دل پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے لیکن میری عقل آزاد تھی۔ اور جو بات بھی میری عقل میں نہ آتی وہ میں فرشتوں سے پوچھتی اور وہ کبھی نرمی سے کبھی سختی سے سمجھا دیتے۔ اور اسی دوران میں ہمیشہ یہ دیکھتی کہ ایک بڑا سا دربار لگا ہے۔ سامنے اللہ تعالےٰ ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور میری رُوح ایک حسین عورت کے روپ میں ان کے سامنے فرش پر دوزانو بیٹھی ہے اور اللہ تعالےٰ سے سوال و جواب جاری ہے۔ یہ سوال جواب فرشتے بھی مجھے سناتے جاتے تھے جو میں پھر لکھوں گی۔ میں دیکھتی کہ میری عقل ایک نہایت چالاک عورت کے روپ میں ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑی ہے اور میں یہ دیکھ کر سخت حیران ہوتی کہ وہ (عقل) اللہ تعالےٰ سے بے جھجک سوالات کئے جاتی اور بحث کرتی۔ کئی باتوں پر تو وہ سچ ہوتی اور کئی باتوں پر اُسے درست کیا جاتا۔

میری رُوح نہایت عاجزی سے مسکین صورت بنائے ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھی تھی اور وہ ہر بات پر اللہ کا شکر ادا کرتی اور سجدہ بجا لاتی۔ اسی طرح فرشتوں کے پہرے کے تیسرے دن میں بہت رنجیدہ ہوئی کہ اس طرح کیسے زندگی گزرے گی کہ فرشتے میرے دل میں بیٹھے ہوئے مجھے حکم دیتے

رہیں اور چونکہ وہ سب رُعب سے اور ڈانٹ کر حکم دیتے ہیں کہ میں پریشان ہو جاتی ہوں۔ میں نے دعا کی کہ یہ پہرے ہٹا دیئے جائیں۔ اب میں سمجھ گئی ہوں کہ زندگی کے ضروری کام خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دیتے ہیں۔ آخر کہیں جا کر چوتھے دن (اگر غلطی ہو تو اللہ معاف فرمائے۔ اس طرح مسلسل یہ باتیں دن رات مجھ پر بیتیں کہ مجھے شک ہے کہ کہیں دنوں کی غلطی نہ ہو۔ مجھے تو چوتھا دن ہی یاد پڑتا ہے) صبح دس گیارہ بجے ہوں گے، میں سنک (SINK) میں کپڑے دھو رہی تھی کہ میں نے دیکھا (اور میں یہ سب چیزیں کام کاج کرتے ہوئے ہی دیکھتی رہتی تھی)۔ ہاں تو میں نے دیکھا کہ اوپر آسمانوں میں میری رُوح ایک حسین عورت کے روپ میں جنت کے باغوں میں بیٹھی کوئی شربت پی رہی ہے اور خاندان کی دوسری خواتین نانی، پرنانی اور دوسری بہت سی عورتیں ہیں۔ انہوں نے ہی میرے آنے کی خوشی میں یہ دعوت دی ہے۔ اور سب لوگ خوب خوش ہیں۔ باتیں کر رہی ہیں اور قہقہے بھی لگا رہی ہیں۔ اسی لمحے میں نے دل میں اپنی روح سے کہا "اچھا تو یہ ٹھاٹھ ہیں۔ میں یہاں اتنی پریشان ہوں اور تم وہاں یہ عیش کر رہی ہو۔" مگر اس نے ایک نگاہِ غلط انداز مجھ پر ڈالی اور پھر سے باتوں میں مشغول ہو گئی۔

پھر اسی دوپہر کو میں نے نماز میں سجدہ کیا تو جھکتے وقت اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے سامنے سے آیا اور میرے دل میں سما گیا۔ پھر سارے جسم میں سما گیا۔ اسی لمحے مجھے آواز آئی " اِذَا جَآءَ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ " مجھے لگا جیسے کہ میری رُوح ہے جو مسلسل تین چار دن سے اللہ تعالےٰ کے دربار میں

تھی اور اب واپس میرے جسم میں سما گئی ہے۔ تین چار دن کے بعد میں پہلی مرتبہ مسکرائی اور ایک انجانی سی خوشی محسوس ہوئی۔ میں نے اس سے شکایتاً کہا کہ تو تو اتنی مسرور آئی ہے اور میں تیرے لئے کب سے پریشان تھی کہ خدا جانے وہاں کیا ہو، کیا کیا پوچھا جائے اور تو کیا جواب دے۔ پھر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اسی شام بڑے بھائی جان مرحوم کی آواز آئی کہ پریشان نہ ہو۔ تم بڑی خوش قسمت ہو اور پھر اسی شام میرے دل پر سے پہرے اٹھا دیئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اب جا رہے ہیں۔ وہ میرے دل سے اڑا۔ شاید وہ ایک ہی تھا یا شاید زیادہ ہوں۔ مگر مجھے ایک ہی فرشتہ کے اڑنے کا احساس ہوا۔ اس کے سنہری پر تھے۔ اس نے کہا: "اچھا، اب ہم جا رہے ہیں لیکن اگر ضرورت پڑی تو وقتاً فوقتاً ہم تمہارے پاس آتے رہیں گے۔ خوش رہو۔ اللہ کی سلامتی ہو تم پر!"

یہ کہکر وہ ادب سے جھکا اور اڑ گیا۔ آسمان کی طرف میں انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتا جاتا تھا۔ میں برابر ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے کہتی جا رہی تھی: "سلامتی ہو اے فرشتو تم پر، سلامتی ہو اے فرشتو تم پر!"

پھر آسمان ذرا سا کھلا اور وہ اس میں داخل ہو گیا۔ آسمان کے اندر بڑے بھائی جان، نانی وغیرہ وغیرہ سارے اس کے منتظر تھے۔ اور وہ سب مضطرب سے تھے۔ وہ سب مجھے اسی کھلے آسمان کی کھڑکی سے جھانکنے لگے۔ اور پھر آسمان بند ہو گیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ نانی، پرنانی، بھائی جان وغیرہ سب مطمئن اور خوش ہیں۔

پھر اس کے بعد (فرشتوں یا فرشتے کے جانے کے بعد) تھوڑے تھوڑے

وقفے سے دن کو بھی اور رات کو بھی دہشت سی طاری ہو جاتی۔ میری پیشانی پر سوئیاں سی چبھنے لگتیں اور مجھے سخت روحانی تکلیف محسوس ہوتی۔ احساس ہوتا جیسا کہ اللہ تعالٰے کی عظیم ترین ہستی مجھ سے قریب تر ہو گئی ہے۔ میری رُوح ان سے باتیں کرتی اور وہ مجھے سب کچھ بتاتے جاتے ـــ غیب کا علم، قیامت کا علم وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبروں، ولیوں، نبیوں نے بتائی ہیں مگر اب دنیا ان کو بھولتی جا رہی ہے۔ آواز کی ہیبت سے میں بہت زیادہ ڈر جاتی۔ ایسا لگتا کہ کہیں ڈر کے مارے میرا دَم ہی نہ نکل جائے۔ یا میں پاگل ہی نہ ہو جاؤں پھر مجھ میں عجیب سی ہمت آ جاتی اور میں عاجزی کے ساتھ رحم کی درخواست کرتی۔ پھر وہ نرم لہجے میں بولتے اور کہتے: "اچھی خاتون ـــ!"

نماز میں کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا کوئی مجھے چوم رہا ہے۔ میں نماز بھول جاتی اور تکلیف سے کہتی: "مجھے چھوڑ دو۔ ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں اتنی قربت برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ مسکرا کر مجھے اپنے قریب ہی نیچے چھوڑ دیتے۔ تب میں نماز پوری کرتی۔ کبھی کبھی آخیر نماز میں دعا مانگتے مانگتے مجھ پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ مجھے ایسا لگتا اللہ میاں مجھے پکڑنے والے ہیں۔ میری پیشانی میں سُوئیاں سی گڑتیں۔ وہ کہتے کہ ڈرو مت۔ دل پر نقش کرنے کا یہ ایک طریقہ ہے۔ ہم لازوال اور رحیم و کریم ہیں۔ تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ ہمیں تم سے محبت ہے۔

مجھے بتایا گیا کہ ہم سب عورتیں حضرت محمد مصطفٰیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان کی لاج ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ گناہوں سے بچیں۔ سب کے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں۔ نماز کی پابندی کریں۔

سنو اور غور سے سنو کہ قیامت بہت قریب ہے۔ اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ انسان خلا میں تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن اس کا ذہن تخریب سے آلودہ ہوگا۔ وہ بہت جلد وہاں پہنچ جائے گا۔ پھر موت کو اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کرے گا لیکن قیامت آجائے گی۔ مریخ اور زُہرہ میں انسان بستے ہیں جن کی عقلیں اور سر بڑے بڑے ہیں۔ مجھے ان کی جھلک دکھائی گئی۔

پھر حضرت اسرافیلؑ آکر صور پھونکیں گے اور وہ بس ایک کڑکتی آواز ہوگی۔ اس وقت تمام آسمانی بلائیں دنیا پر آپڑیں گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ ہر جاندار و بے جان چیز تباہ ہو جائے گی۔ لق و دق صحرا ہوگا۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت جو مجھے دکھائی گئی۔ واقعی دنیا صرف خاک ہے۔ خاک کا لق و دق صحرا۔ نہ یہ مکان رہیں گے، نہ یہ دولتیں۔ سب خاک میں مل جائیں گے۔ یہ ہے دنیا کا انجام۔

ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی دو۔ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھو۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے تو پہلے میرے بندوں سے محبت کرو۔ انسان کا فرض ہے کہ ہر وہ کام کرے جس میں بنی نوعِ آدم کی بھلائی ہو۔ اگر اس میں کسی قسم کی قربانی بھی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے۔

مجھے بتایا گیا کہ اناج کی بہت قدر کرنا چاہیئے۔ میں نے دیکھا کہ آسمانوں پر اناج کا ایک بڑا ڈھیر لگا ہے جو زمین والوں نے ضائع کر دیا۔ جب انسان سے کھانے پینے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے یعنی انسان اُسے پھینک دیتے ہیں تو فرشتے سب عزت کے ساتھ اُسے اٹھا کر آسمان پہلے جا کر رکھ دیتے ہیں اور

حسرت سے کہتے ہیں کہ اس سے دنیا کے کتنے بھوکوں کے پیٹ بھر سکتے تھے۔

ایک حسین و جمیل دُولہن

اب سنو موت کیا ہے اور مرتے وقت انسان کو کیا محسوس ہوگا۔

موت ایک نہایت ہی حسین شئے ہے جو اس دنیا میں تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ موت انسان کو فکر و غم سے آزاد کرتی ہے۔ ذمہ داریوں سے آزاد کرتی ہے۔ موت انسان کو ایک ابدی زندگی بخشتی ہے۔ موت انسان کی خواہشات کا نچوڑ ہے۔ موت انسان کو روحانی سکون بخشتی ہے۔ لیکن اس حسین شئے کو حاصل کرنے کی قیمت نیکیاں ہیں۔ اعمالِ حسنہ ہیں جو انسان زندگی میں کرتا ہے۔ اگر انسان کے پاس موت کو حاصل کرنے کی یہ قیمت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ بُرے انسان کے لئے موت ایک بھیانک دیو سے کم نہیں۔ مرتے وقت خوفناک شکلیں اُسے ڈرائیں گی۔ یہ خوفناک اور دہشتناک دیو اُسے طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے۔ انسان بھاگنا چاہے گا لیکن کہاں جائے گا۔ ہر طرف دیو ہی دیو ہوں گے اور وہ ایک بے بس پرندے کی طرح جس کے دونوں پر کاٹ دیئے گئے ہوں ان دیووں کے قبضے میں ہوگا۔

اس لئے موت کا استقبال ایک حسین و جمیل دولہن کی طرح کرو۔ اپنی نیکیوں سے اس کا سنگھار کرو تاکہ مرتے وقت وہ جب قریب آئے تو اپنے نور کی شعاعوں سے تمہاری قبر کا اندھیرا دور کر دے۔ اپنے اعمالِ بد سے اس کا چہرہ مسخ نہ کرو کہ وہ تمہیں قبر کے خوفناک اندھیرے میں ایک دہشتناک دیو معلوم ہو۔

یہ تمام الفاظ مجھے اللہ تعالٰی نے ودیعت کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جتنے بھی علم دیئے گئے ہیں وہ تمام اللہ تعالٰی نے ہی کئے ہیں۔ اس لئے حسین

اور خوب صورت الفاظ میں انہیں یاد کرو۔ ان پر اپنے الفاظ کا جادو بکھیرو۔
انہوں نے جو بھی مجھے بتایا، جو دعائیں بھی پڑھوائیں ان کے الفاظ بہت شیریں
تھے۔ قرآن شریف کے الفاظ کس قدر شیریں ہیں کہ باوجودیکہ ہم عربی نہیں
جانتے، ہم تلاوت کرتے ہیں تو کھو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے جب بھی
مخاطب ہو، ادب کے ساتھ اور بہترین الفاظ میں اس کے حضور نذرانۂ
عقیدت پیش کرو۔

دیکھو یہ انسان کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ حق کی آواز پہچانے۔ حق
کی آواز انسان کے اپنے ضمیر کی آواز ہے۔ مجھے اس کے پہچاننے کی تعلیم دی
گئی ہے۔

میں پچھلا خط آپ کو رات گئے تک لکھتی رہی۔ بچوں کو لٹا کر ان کے
پاس ہی لکھنے بیٹھ گئی۔ کیونکہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں جلد از جلد تمام باتیں آپ کو
لکھ دوں۔ لیکن رات کافی ہو گئی تھی۔ مگر لائٹ ہونے کی وجہ سے بچے سو نہیں رہے
تھے۔ دو تین مرتبہ میرے دل میں خیال آیا کہ لائٹ بند کر کے میں لیٹ جاؤں تو
بچے بھی سو جائیں گے مگر خط بھی لکھنے کا شوق مجھے ہو رہا تھا۔ میں لکھتی رہی اور ضمیر کی
آواز پر میں نے دھیان نہیں دیا۔ اسی وقت پھٹ سے بلب فیوز ہو گیا۔ اور گھپ
اندھیرا ہو گیا۔ بہت ہی زور سے کسی نے ڈانٹ کر کہا کہ تم حق کی آواز نہیں پہچانتی
ہو۔ ہم تمہیں کب سے کہہ رہے ہیں کہ سو جاؤ، خط صبح لکھ لینا۔ ڈر کے مارے تو میری
آدھی جان نکل گئی۔ اسی وقت میں نے قلم کاغذ تکیے کے نیچے رکھا۔ حتیٰ کہ اتنی ہمت
نہ ہوئی کہ اٹھ کر چشمہ بھی رکھوں۔ وہیں پلنگ کے نیچے ہی رکھ کر جیسی تھی لیٹ کر سو رہی

پھر انہوں نے سمجھانے کے انداز میں مجھے کہا۔ "دیکھو، جس کام کے کرتے وقت
یا شروع کرتے وقت تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ نہیں کرنا چاہئیے، وہ کام نہیں
کرنا چاہئیے۔ وہ کام فوراً چھوڑ دو، چاہے تمہیں کتنا ہی ضروری محسوس ہوتا ہو۔ اپنے
ضمیر کی آواز سنو۔ ضمیر کی آواز ہی حق کی آواز ہے۔" مجھے بتایا گیا کہ اگر انسان بار بار
اپنے ضمیر کی آواز یعنی حق کی آواز کو ٹھکرا دے تو پھر ضمیر راہنمائی نہیں کرتا۔

میں نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا

اب اللہ تعالےٰ نے میرے چند
سوالوں کا جواب بخشا ہے جو
عرصے سے میرے ذہن میں تھے :-

میں جب بھی کوئی برائی دیکھتی تو مجھے بہت احساس ہوتا اور سوچتی کہ بری
باتوں سے نہ انسان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے، نہ اللہ میاں خوش ہوتے ہیں۔
تو پھر برائیاں دنیا میں رکھی ہی کیوں گئی ہیں۔ جب میں یہاں انگلینڈ آئی تو ہر
طرف شراب اور بے حیائی دیکھ کر بہت زیادہ افسوس ہوتا۔ مجھے بڑا غصہ آتا
کہ یہ لوگ اتنی برائیاں کرتے ہیں تو اللہ میاں انہیں ہدایت کیوں نہیں کرتے جب کہ
وہ خود ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی سوچتی کہ جب اللہ کے حکم کے بغیر
پتا نہیں ہلتا، پھر انسان کی مجال کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اتنے بڑے بڑے گناہ کرے
اس کا جواب مجھے یوں دیا گیا۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ آسان الفاظ میں بیان
کروں۔ فرمایا :-

سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے فرشتے بنائے۔ یہ ایک مشین کی طرح
ہیں۔ ان کے سپرد جو کام ہیں، وہ صرف وہی کر سکتے ہیں۔ مثلاً جس طرح کپڑے سینے

کی مشین صرف کپڑے سی سکتی ہے، کپڑے دھو نہیں سکتی اسی طرح فرشتے وہی کام کرتے ہیں جو ان کے سپرد ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی مثال ایک سائنس داں کی سی ہے جیسے سائنسداں نے پہلے سائکل بنائی، پھر اور ترقی کی تو موٹر سائیکل بنائی۔ پھر کار، ریل وغیرہ، پھر ہوائی جہاز اور اب قسم قسم کے بم بنا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے پہلے فرشتے بنائے، پھر حیوانات بنائے۔ ان میں تھوڑی عقل رکھی مگر وہ صحیح سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے انسان کو بنایا اور اُسے سب سے زیادہ عقل عطا فرمائی تو اُسے اس پر پوری قدرت دے دی گئی کہ جس طرح چاہے عقل کو استعمال کرے۔ عقل کے استعمال میں انسان کو پوری آزادی ہے۔ پھر اسے دو راستے دکھائے۔ نیکی کا راستہ اور بدی کا راستہ۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تم بدی کے راستے پر چلے تو مجھ سے دور ہو جاؤ گے کیوں کہ وہ میرا ناپسندیدہ راستہ ہے۔ اور جب تک اپنی عقل سے نیکی کے راستے پر نہ لگو گے، تب تک تم برائیوں کے گڑھے میں گرتے رہو گے اور مرنے کے بعد دوزخ اس کا انجام ہے۔ لیکن تم نیکی کے راستے پر چلے تو میں تم سے قریب ہو جاؤں گا۔ تم پر اپنے تمام خزانے نچھاور کر دوں گا۔ اب اگر تم یہ دیکھتی ہو کہ اُن بُرے لوگوں کو کیوں اللہ تعالےٰ سیدھی راہ نہیں دکھاتے تو صرف اسی لئے تو اللہ نے روزِ ازل ہی انسان سے اس کا وعدہ کیا ہے کہ جب تک تم خود صحیح راہ پر نہ چلو گے اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایتوں کو قبول نہ کرو گے، اللہ نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ اب کیا تم یہ چاہتی ہو کہ اللہ اپنے وعدے سے پھر جائے۔

میں نے معافی مانگی کہ اب میں بالکل سمجھ گئی ہوں۔ میں قائل ہو گئی ہوں۔

دوسری حسرت یہ تھی کہ میں رُوح کا علم جان جاؤں۔ میں سوچتی اللہ تعالےٰ نے رُوح کے علم کو راز رکھا ہے۔ مجھے انتہائی شوق ہوا کہ کاش رُوح کے متعلق میں کچھ جان سکوں۔ رات ہی مجھے رُوح کے متعلق چند باتیں بتائی گئیں جن سے میری عقل واقعی مطمئن ہو گئی۔ فرمایا:

مثال: ایک اخروٹ لو۔ اخروٹ کے اندر کی گری ہی اصلی چیز ہے اور اخروٹ کی قیمت ہی اس کی گری ہے۔ چھلکے کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ صرف اندر کی گری کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کو جب تم توڑتے ہو تو چھلکا پھینک دیتے ہو، جلا دیتے ہو، تباہ کر دیتے ہو کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح رُوح ہے کہ وہ اصل انسان ہے اور جسم اس کا لباس ہے۔ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا جسم اخروٹ کے چھلکے کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ رُوح نہایت ہی لطیف شئے ہے۔ یہ شکل اختیار کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ پھر جب انسان مرتا ہے تو فرشتے اس کی رُوح کو نہایت ہی حفاظت سے لے کر جاتے ہیں اور لے جا کر آسمانوں میں ایک خاص مقام پر رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ رُوح کے متعلق مزید جاننے کی کوشش نہ کرنا اور اے نادان لڑکی آئندہ تمہیں ایسی جُرأت نہیں ہونی چاہیئے۔

میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ نہیں نہیں۔ اب میں مطمئن ہوں۔

میں نے عرشِ معلّٰی دیکھا

ہائے یہ میں نے کیا کیا دیکھ لیا۔ اتنے بڑے بڑے گناہ! اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ!

ہائے ساری دنیا میں آج کل کیسی کیسی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ان برائیوں سے بچا ہوا نہیں ہے۔ زنا، شراب، جوا عام ہے جو آں حضرتؐ کے زمانے سے قبل عربوں کی حالت تھی وہی اب دنیا کی ہے۔ ہائے لوگو! قیامت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔ وہ کب آئے گی اس کا صحیح علم صرف خدا ہی کو ہے میں صرف دیکھ سکتی ہوں۔ صرف اتنا جان لو کہ اب بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ساری دنیا کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ یاد کرو مراکش کے شہر آغادیر کا وہ زلزلہ جس میں لاکھوں مسلمانوں کی جان گئی۔ ان تمام لوگوں میں زنا، شراب اور جوا عام تھا۔ اللہ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ لوگو مان جاؤ! — لوگو سنبھل جاؤ! صرف چند دن اور باقی ہیں۔ اٹھو سجدے کرو، سجدے کرو، اللہ کے آگے گڑگڑاؤ۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو، برائیوں سے بچو۔

ہائے، یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں — آگ، آگ، آگ۔ لوگو اس آگ سے دور رہو۔ وہ تو بڑی ہی ظالم آگ ہے۔ اللہ میاں، اللہ میاں! ساری دنیا کو اس سے محفوظ رکھیے۔ اللہ میاں! مجھ سے یہ منظر دیکھا نہیں جاتا۔ خداوندا! سب کو بخش دیجئے۔ آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھ اکیلی کو ہی یہ سزا دے دیجئے۔ سب کو معاف کر دیجئے۔ سجدے کرتی ہوں۔ ہائے میں کتنی کمزور ہوں، کیا میں کچھ بھی نہیں کر سکتی؟ اللہ میاں! آپ کو میری اس محبت کا واسطہ جو آپ کو مجھ سے ہے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیجئے۔

میں جو کچھ لکھ رہی ہوں یہ اس منظر کا حال ہے جو میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔ پتہ نہیں میں کہاں تھی، شاید آسمانوں پر۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ آگ کے شعلوں کے

پہاڑ ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی کئی گنا اونچے۔ ان کی لمبائی کروڑوں میل ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ سب بڑے بڑے گناہوں زنا، جوا، شراب، حرام، غیبت کی سزا ہے۔ اور یہ گناہ آج کل دنیا میں عام ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں بیہوش ہو کر گرنے والی ہوں۔ اے اللہ مجھ پر رحم کر! ہائے یہ میں نے کیا کیا دیکھ لیا۔ آسمان کے فرشتوں کے دل بھی ان گناہوں سے لرز اٹھتے ہیں۔ گناہ گار لوگوں کے لئے قیامت خدا کا قہر ہے، خدا کا غضب ہے اور وہ سر پر کھڑی ہے۔ سنبھلو، ہوش میں آؤ۔ پاک صاف رہو۔ نماز کی پابندی رکھو قرآن شریف میں وہ تمام ہدایتیں موجود ہیں۔ ان پر عمل کرو۔

غور سے سنو اے بنی آدم! یہ تمہارے لئے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں۔ یہ خدا کا فرمان ہے جو فرشتے مجھ سے لکھوا رہے ہیں۔ ہر بات کو یہاں تک پڑھو کہ تمہاری عقلوں میں سما جائے۔ ازل خدا کا سر ہے۔ اَبد خدا کے پاؤں۔ ازل اور اَبد کے درمیان خدا کی ہستی کا پھیلاؤ ہے۔ اے بنی آدم! سن لے کہ اگر تو اپنی عمر کے ستر ہزار برس صرف گننے میں گزار دے اور اس گنتی کو پھر ستر ہزار سے ضرب دے تب بھی ازل سے اَبد تک کا فاصلہ نہ ناپ سکے گا، نہ میلوں میں نہ فرلانگوں میں۔ تو ہے کس کھیت کی مولی۔ خدا نے تمہارے لئے سب کچھ آسان کر دیا ہے۔ ایک ایک بات کھول کر بیان کر رہا ہے۔ سجدہ کرو، شکر کا سجدہ۔ ابھی اسی وقت اللہ اکبر کہہ کر تکبیر کرو۔ پھر سیدھے سجدے میں چلے جاؤ۔

اب سنو اور سمجھو۔ ازل اور ابد کے اطراف میں اوپر، نیچے، دائیں، بائیں کچھ بھی نہیں۔ ہر جگہ نور ہی نور ہے۔

جیساکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ علم مجھے کچھ تو خوابوں کے ذریعے اور کچھ مراقبہ کی حالت میں دیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ مانچسٹر میں اور دوسری مرتبہ آپ کے ہاں کراچی میں رمضان کے مہینے میں۔ اللہ تعالیٰ نے میری رُوح اپنی مٹھی میں لی ہوئی تھی۔ اور پھر جو کچھ مجھے دکھانا چاہتے تھے وہ میری رُوح کو بتاتے جاتے تھے۔ اور جو جو کام کروانا چاہتے تھے میری روح کو حکم دیتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے میں ایک مشین کی طرح وہ سب کچھ کرتی رہی۔ لیکن اس وقت کچھ بیان کرنے کے قابل نہ تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میرے ساتھ کر دیئے ہیں جو مجھ سے لکھواتے جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی میں نے دیکھا تھا وہ منظر اب بھی میری نگاہوں میں پھر جاتا ہے۔ اس طرح میں آپ کو آنکھوں دیکھا حال لکھتی جاتی ہوں۔ جو جو باتیں وہ بتاتے ہیں وہ تو اس قدر ہیں کہ میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ باقی اللہ نے زندگی دی اور اس کی مرضی ہوئی تو آپ کے قدموں میں بیٹھ کر عرض کروں گی۔ مانچسٹر میں میں نے جو اپنے آپ کو دیکھا تھا کہ میری رُوح خدا کو سجدے کر رہی ہے اور میں خود ہی شمع پکڑے سفید لمبا سا گاؤن پہنے سیڑھی سے اُتر رہی ہوں، وہ میری عقل تھی کہ جو خدا نے سلب کر کے خود اسی کے ذریعے مجھے یہ سب کچھ دکھایا۔ اسی لئے اس وقت مجھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے مجھے کسی نے ہپناٹائز کر دیا ہے۔

مجھے عرش کا مشاہدہ کرایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ عرش کا فرش زمرد کا ہے جو ہرے رنگ کا ہے۔ اس میں مختلف رنگوں کی شعاعیں پھوٹتی ہیں جس کے اوپر چھتری کی طرح سائبان ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ تمہارا ارادہ بھی جب کسی کام کا ہوتا ہے یعنی جب تمہارا جی کسی کام کو چاہتا ہے تو پہلے

دل ہی میں خیال ہوتا ہے، پھر دماغ کو حکم ہوتا ہے، پھر ہاتھ پیر وغیرہ وہ کام کرتے ہیں۔ اسی طرح پہلے اللہ کے دل میں کائنات پیدا کرنے کی خواہش ہوئی تو نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا جو خدا کے دل کا نور ہیں۔ پھر دماغ کو حکم ہوا تو جبرئیلؑ وجود میں آئے، پھر کائنات کی دوسری چیزیں بنیں۔ اللہ ہر چیز کو شکل دینے پر قادر ہے۔ رُوح جو ہمیں نظر نہیں آتی اس کی بھی شکل ہے۔ پیغمبر اور اولیاء رُوح کی نظروں سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے بعد لوح اور قلم بنایا۔ لوح ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ اس کتاب میں قیامت تک کی باتیں درج ہیں۔ اور آسمانی کتابیں بھی اسی پر منقوش ہیں۔

اب میں آپ کو اپنا ایک خواب سناتی ہوں۔

مجھے مقامِ ازل دکھایا گیا۔ یہاں نور کا ایک بہت بڑا چشمہ بہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جیسے ایک پہاڑ ہے یا کوئی چٹان ہے۔ اس میں گول بہت بڑا سوراخ ہے۔ اس میں سے نور آبشار کی طرح بہت بڑی مقدار میں پھوٹ رہا ہے۔ نور کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہاں، تو وہ نور بہت ہی بڑی مقدار میں اس سے پھوٹ رہا ہے۔ اس سے آگے کافی فاصلے پر اللہ کی کرسی ہے۔ کرسی کی پشت اس دھار کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ اس کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔

اس وقت صبح کے ساڑھے چار بجے ہیں۔ ابھی ابھی فجر کی نماز پڑھ کر آپ کو خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ آج کل یہاں سورج جلدی نکل آتا ہے۔ اس لئے نمازِ فجر جلدی ہو جاتی ہے۔ آج ساری رات مجھے جو کچھ نظر آیا وہ یہ ہے۔

میں نے دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہیں یا کبھی ذرا سے آگے ہو جاتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اللہ رے میرا حُسن! مجھ سے خود اپنا حُسن نہ دیکھا گیا۔

یہاں ذرّے ذرّے پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ تھاما ہوا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ایک لمحہ کو بھی میرا ہاتھ چھوڑ دیں تو اس وادی میں میں گم ہو کر نہ رہ جاؤں۔ اس وادی کا حُسن مجھ سے بیان نہ ہو سکے گا۔

میں کیسے بیان کروں کہ وادیٔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہے؟ مختصر یہ کہ وادیٔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساتواں آسمان ہے جو سب سے اوپر ہے، جو عرشِ عظیم ہے، جو لوحِ محفوظ ہے۔ وادیٔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف نہ انسان کی زبان کر سکتی ہے اور نہ میری آنکھ دیکھ کر بھی بتانے کے قابل ہے۔ میں قیامت تک اس کی تعریف بیان کرنے کے قابل نہ ہو سکوں گی۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں کوئی فرشتہ پر نہیں مار سکتا۔

یہاں سے نیچے چھٹے آسمان کو جانے کے لئے ایک سیڑھی ہے جو میرے خیال کے مطابق ستر ہزار میل لمبی ہے۔ یہ سیڑھی نہایت ہی برق رفتاری سے خود بخود چلتی ہے۔ ایک حصہ لفٹ کی طرح اوپر جاتا ہے اور ایک حصہ لفٹ کی طرح نیچے آتا ہے (دو حصّے ہیں، دوہری سیڑھی ہے)۔ اب میں آن کی آن میں اسی سیڑھی سے نیچے اُترتی ہوں۔ سیڑھی کے نیچے سب سے نچلی سیڑھی پر حضرت جبرئیلؑ ایک سونے کا طشت رکھ رہے ہیں۔ اس طشت میں میری دعا ہے۔ وہ یہ طشت

رکھ کر نہایت ہی ادب و احترام سے جُھک کر پیچھے کو ہٹ گئے۔ اب یہ سیڑھی ایک سیکنڈ میں خود بخود اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے پاس عرشِ عظیم پر پہنچ گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے طشت سے دُعا اٹھا لی۔ یہ دُعا نور کے پھریروں پر فرشتوں نے لکھ کر بھیجی تھی۔ اب دُعا قبول ہو گی۔ اگر دعا قبول نہ ہونے والی ہو تو لکھنے والے فرشتے خود ہی آسمان سے نیچے پھینک دیتے ہیں۔

چھٹا آسمان

یہ وادیٔ جبریل ہے۔ جنّت بھی اسی وادی میں ہے اور جنّت کے سات حصّے یا درجے ہیں۔

پہلے درجے میں سبزہ ہے۔ ٹھنڈک ہے اور میووں کے درخت ہیں۔ یہاں حوریں اور غلمان ہیں جو خدمت پر مامور ہیں۔ یہ جنّت کا سب سے کمتر درجہ ہے مگر پھر بھی اس کی تعریف ناقابلِ بیان ہے۔ یہاں دوزخی، دوزخ کے سب سے کمتر درجے سے نکل کر، جب ان کی سزا پوری ہو جائے گی، آتے ہیں۔

جنت کے دوسرے درجے میں سونے کے محل ہیں، دودھ کی نہریں ہیں، سبزہ ہے، باغات ہیں۔ میں سب کچھ بہت مختصر لکھ رہی ہوں۔ تیسرے درجے میں سچے موتیوں کے محل ہیں، شہد کی نہریں ہیں، پرندے راگنیاں سنا رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کا حُسن ناقابلِ بیان ہے۔ چوتھے درجے میں ہیروں کے محل ہیں اور باغات و نہریں ہیں، جواہرات کے خزانے ہیں۔ پانچویں درجے میں زمرد کے محل ہیں۔ چھٹے درجے میں نیلم کے محل ہیں۔ ساتویں درجے کا حال نہ پوچھو۔ یہ جنت کا

سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں جنت کے تمام درجوں کی اعلیٰ ترین چیزیں ہیں ایک بھی چیز تو نہیں چھوٹی بلکہ کئی اور بھی نئی چیزیں ہیں جو میری عقل سمجھنے سے معذور ہے اور زبان کو بیان کی طاقت نہیں۔

ان سب کو دیکھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دنیا خاک کے ایک ذرّے سے بھی کمتر اور حقیر ہے۔

پانچواں آسمان

میں اس خودکار سیڑھی سے نیچے آرہی ہوں۔ یہ سیڑھی ستر ہزار میل لمبی ہے تپش کا یہ عالم ہے کہ محسوس ہو رہا ہے جیسے جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاؤں گی۔ ایسی آگ ہے کہ ستر ہزار میل کی دوری سے بھی زبان خشک ہوئی جارہی ہے۔ شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ ہائے میں جلی جاتی ہوں! ارے دیکھو، ساری دنیا جل رہی ہے اللہ میاں، کم کر دو یہ آگ۔ اور کم کر دو، اور کم کر دو۔۔۔! فرشتو، دیکھتے نہیں انسان جل کر کوئلہ بن گئے ہیں۔

یہ دوزخ کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں ہر طرف آگ کے پہاڑ اور آگ کے ستون ہیں۔

چوتھا آسمان

یہاں سے خود بخود چلنے والی سیڑھی کے ذریعے میں اور نیچے آرہی ہوں۔ یہ سیڑھی بھی ستر ہزار میل لمبی ہے۔ ہائے۔ ہائے! سانپ، بچھو،

اژدہے۔ اُف خدایا اتنے بڑے بڑے! ارے یہ کیسے کیڑے مکوڑے ہیں جن کی ٹانگیں آٹھ آٹھ، سولہ سولہ اور تیس تیس ہیں۔ کس قدر خوفناک ہیں یہ۔ انہوں نے کس طرح انسانوں کو شکنجے میں کس رکھا ہے۔ اللہ معافی! اللہ معافی! اللہ میری خاطر معاف کر دے!

یہ جھوٹے، دھوکے باز، رشوت خور، نافرمان اور پیسوں سے محبت رکھنے والے لوگوں کی جگہ ہے۔

تیسرا آسمان

اب میں پھر ستر ہزار میل لمبی سیڑھی سے اتر رہی ہوں۔ اللہ اللہ کیسے بڑے بڑے ناخن، تانبے کے ناخن! ارے دیکھو، خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں! ارے دیکھو تو یہ پاگل لوگ خود اپنا منہ اپنے ناخنوں سے نوچ رہے ہیں! میرا جی متلا رہا ہے اے فرشتو! دوڑو، جلدی کرو۔ ان کے ناخن کاٹ دو۔ میرا جی خراب ہو رہا ہے۔ اللہ معافی! اللہ معافی! اللہ معافی! یہ غیبت کی سزا ہے۔

دوسرا آسمان

اب میں پھر ستر ہزار میل لمبے خودکار زینے سے اتر رہی ہوں۔ یہاں پر لوگوں کی پیٹھ پر کوڑے پڑ رہے ہیں۔ اُف اللہ! کیسی چھلی جارہی ہیں ان کی پیٹھیں کیسے گہرے زخم ہیں! یہاں لوگوں کی پیٹھ پر ان کے بڑے بڑے گناہوں کا بوجھ لادا گیا ہے۔ اُف اتنے بڑے گٹھر! وہ لوگ جھکے ہوئے ہیں۔ ان کے سر زمین سے

لگے جاتے ہیں۔ جھکے جھکے ان کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ یہ انسان کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کی سزا ہے اور یہ دوزخ کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ اس میں کمترین سزا ہے۔ مگر اس کا بھی یہ عالم ہے کہ جب یہاں سے نکل کر کوئی شخص اس کی سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائے گا اور جب ان سزاؤں کا خیال کرے گا تو خوف و دہشت سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا اور وہ کانپنے لگے گا۔

پہلا آسمان

اب میں پھر اسی سیڑھی سے نیچے اتر رہی ہوں۔ یہاں چاند اور ستارے ہیں۔ ارے یہ کیا، یہ تو فرشتوں کی فوج ہے! ان کے ہاتھوں میں گیس کی بندوقیں ہیں۔ یہ شیطانوں کو مار رہے ہیں۔ دیکھو یہ شیاطین گیس ڈالتے ہی کیسے چرمر ہو کر گر پڑتے ہیں۔ خدا حافظ فرشتو! تم پر سلامتی ہو—!

نیک آدمی کا سفرِ آخرت

خدا آپ کے اوپر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آج کے خط میں وہ کیفیات اور واردات بیان کرتی ہوں جو مجھے موت کے بارے میں دکھائی گئی ہیں۔

جب انسان مرتا ہے تو موت کے وقت ایک فرشتہ خدا کے حکم سے اس کے پاس آتا ہے۔ پھر وہ روح کو جسم کی قید سے آزاد کرتا ہے۔ لیکن روح اس وقت آسمان پر نہیں جاتی بلکہ اس شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ پھر مردے کو جب دفن کرتے ہیں تو روح بھی ساتھ ساتھ قبر میں جاتی ہے۔ یہاں منکر نکیر دو فرشتے آتے ہیں۔ اس آدمی کے کاندھوں کے فرشتے کراماً کاتبین اس شخص کا اعمال نامہ جو وہ ساری زندگی لکھتے رہے منکر نکیر کو دے دیتے ہیں۔ اسی وقت اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہے جو کراماً کاتبین کو اللہ کا حکم سناتا ہے کہ خدا کا فرمان ہے کہ فلاں شخص دنیا میں آنے والا ہے، اس کے پاس پہنچو۔ پھر یہ فرشتے کراماً کاتبین اس بچے کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کندھوں پر اپنا مسکن بنا لیتے ہیں۔ اور پھر اس کا اعمال نامہ لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ ان کی ڈیوٹی دوسرے شخص پر لگ جاتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت برق رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اب منکر نکیر اس شخص کے اعمال نامے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ یہ باقاعدہ رجسٹر قسم کی کاپی ہوتی ہے۔ یہ فرشتے ایک نظر ڈال کر پڑھ سکتے ہیں۔ پھر اس مردے سے سوال

پوچھتے ہیں کہ تم کس کے بندے ہو وغیرہ وغیرہ۔ بندہ جواب صحیح دیدے تو منکر نکیر انسان کا اعمال نامہ اس فرشتے کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو آسمان سے اترتا ہے۔ اگر وہ شخص نیک ہو تو اس کو لینے کے لئے آسمان سے مختلف تعداد میں فرشتے آتے ہیں۔ اور ایک سونے کی طرح بنی ہوئی گاڑی بھی ساتھ لاتے ہیں۔ یہ نہایت ہی خوبصورت سنہری گاڑی ہوتی ہے جس میں صرف ایک ہی شخص بیٹھ سکتا ہے۔ اس گاڑی میں گھوڑے کی طرح ایک خوبصورت پرندہ جتا ہوا ہوتا ہے۔ ان فرشتوں میں جو سب آگے ہوتا ہے اُسے منکر نکیر اعمال نامہ پکڑا دیتے ہیں۔ اب اس نیک شخص کو یہ فرشتے پہلے تو جھک کر نہایت ہی تعظیم سے سلام کرتے ہیں اور وہ آدمی بھی مسکرا کر جواب دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں رُوح کو پیش آتی ہیں۔ جسم اسی طرح قبر میں لیٹا ہوتا ہے۔

اب وہ فرشتے اس شخص کو نہایت ہی تعظیم کے ساتھ اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں پاس ادب سے ساتھ نہیں چلتے بلکہ دائیں بائیں چلتے ہیں۔ یہاں سے بہت دُور جانے کے بعد ایک خاص راستہ ہے جس میں وہ گاڑی بمعہ اس شخص کے اور فرشتوں کے آن کی آن میں آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ پہلے آسمان کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس پہلے آسمان کے دروازے پر ایک فرشتہ جو آسمان کا گیٹ کیپر یا داروغہ ہوتا ہے، کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں ایک لمحہ کو وہ گاڑی رُکتی ہے۔ وہ فرشتہ جس کے پاس اعمال نامہ ہوتا ہے، اس داروغہ کو دکھاتا ہے۔ وہ ایک نظر دیکھ کر کہتا ہے کہ ٹھیک ہے جاؤ۔ اب دُوسری لفٹ یا سیڑھی سے دوسرے آسمان پر رُوح بمعہ فرشتوں کے پہنچتی ہے۔ یہاں بھی دوسرے آسمان کا داروغہ اعمال نامہ ایک نظر دیکھ کر آگے جانے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح سفر کرتی ہوئی نیک رُوح چھٹے آسمان پر پہنچتی ہے۔ یہاں

باغ جنت کا داروغہ جس کا نام رضوان ہے مسکرا کر گاڑی کو اندر جانے کی اجازت دیتا ہے اور نہایت ادب سے اس نیک رُوح پر سلامتی بھیجتا ہے۔

اب جو فرشتے قبر سے اس رُوح کے ساتھ آئے تھے وہ اس چھٹے آسمان کے دروازے کے باہر ہی جھک کر سلام کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور خدا کے حکم سے کسی دوسرے انسان کی قبر میں جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ان کی ڈیوٹی پھر شروع ہو جاتی ہے۔

اب چھٹے آسمان سے جنت کے اندر داخل ہوتے ہی کئی فرشتے اس برق رفتار رتھ کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف سے رُوحیں سلام بھیجتی ہیں۔ بس یہ شخص جنت کے جس درجے کا ہو اس درجے میں فرشتے اس کو نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ چھوڑ آتے ہیں۔ سلامتی اور مبارک باد دیتے ہیں۔ اور وہاں کے آداب بتاتے ہیں۔

یہ تھا نیک آدمی کا سفر آخرت۔

گناہ گار کا سفرِ آخرت

اب سنو گناہ گار شخص کا سفر آخرت۔

بالکل اسی طرح ہے کہ منکر نکیر سوال کرتے ہیں، پھر آسمان کا فرشتہ جو اوپر سے آتا ہے، اس کا نامۂ اعمال لیتا ہے اور نظر ڈالتا ہے۔ پھر جو فرشتے بھی اس کو لینے آتے ہیں وہ ان سے ڈرتا ہے اور فرشتے بھی بری طرح گھسیٹتے ہوئے اس کو لے

جاتے ہیں۔ ۵ اسے ے جانے کے لئے دوسرا راستہ یا لفٹ استعمال کرتے ہیں۔ ہر آسمان کا داروغہ نامۂ اعمال چیک کرتا ہے اور پھر دوزخ کے جس درجے کا وہ شخص ہو (یہ نامۂ اعمال دیکھ کر ان کو پتہ چل جاتا ہے) اس آسمان پر اُسے لے جا کر وہ فرشتے یہ کہہ کر پھینک دیتے ہیں کہ یہ تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

ہر روز دوزخ اور جنّت کی روحوں کے اعمال نامے کی چیکنگ ہوتی رہتی ہے۔ گناہوں یا اعمال کے لحاظ سے اگر اس رُوح نے اتنی سزا بھگت لی جتنی اس کو بھگتنی ضروری تھی تو پھر اس کو جنت کے اُونچے درجے میں بتدریج پہنچایا جاتا ہے یا دوزخ کے سب سے اونچے درجے سے (جو سخت ترین عذاب ہے) نچلے درجے میں بتدریج لایا جاتا ہے۔

حساب کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو سب کا نامۂ اعمال خود اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بنفسِ نفیس ملاحظہ فرمائیں گے اور جس کی جتنی سزا باقی ہوگی اس لحاظ سے اس کو دوزخ اور جنّت کے درجے دیئے جائیں گے۔

شفاعت کیا ہے؟

شفاعت کو سمجھنے کے لئے یہ مثال سمجھو کہ جیسے کسی کو امتحان میں پاس کرنے کے لئے ۱۰۰ میں سے ۳۳ نمبر ضروری ہیں۔ اگر اس سے کم ملے تو وہ فیل ہوگا۔ اب اس کے صرف ۳۰ نمبر آئے تو ممتحن اس کو ۳ نمبر رعایتی دے کر پاس کر دیتا ہے جس کا اس کو قانون کی رُو سے اختیار ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ پیغمبروں، نبیوں اور جن لوگوں کو بھی شفاعت کی اجازت فرمائیں گے۔ وہ نیک لوگ یا پیغمبر جن کی شفاعت

کرنا مقصود ہوگی اس کا اعمال نامہ چیک کریں گے۔ اگر موت کے بعد سے قیامت تک اس نے تقریباً پون حصہ سزا بھگت لی ہوگی تو پھر اس کی سفارش خدا سے کر کے اُسے جنت میں داخل کروا دیں گے۔

رُوح کا احساس ہم لوگوں کی نسبت ستّر ہزار گنا زیادہ ہے۔ اسی لئے وہاں کے عذاب بھی سخت ترین ہیں۔

یہ دُرست ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر کام کا حکم دیتے ہیں کہ فلاں کام ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے لیکن اس کا ہر حکم بجا لانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ اور ہر کام کرنے کا ایک طریقۂ کار موجود ہے۔ یوں ہی بیٹھے بیٹھے ہر کام نہیں ہو جاتا۔ ہر کام اور ہر چیز کی مثال دنیا میں موجود ہے۔ دنیا میں کروڑہا لوگ ہیں جو ہر وقت خدا سے کسی نہ کسی چیز کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کا کام کرتا ہے۔ سب کی سنتا ہے۔ لیکن ہر کام کے لئے وقت درکار ہے۔ اسی لئے خدا نے صبر کی تلقین کی ہے۔

یہ خط لکھ کر میں سو گئی۔ مجھے پھر سخت نیند آ رہی تھی۔ سونے میں خواب دیکھا۔ اب یہ خواب اور اس کی تشریح جو مجھے الہامی ذریعے سے بتائی گئی ہے پیشِ خدمت ہے۔ میں نے دیکھا کہ:

میں "وادیٔ وحدانیت" میں اُڑ رہی ہوں۔ ایک مردِ حق مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ یہ تندرست اور خوبصورت نوجوان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک نوجوان لڑکی اڑ رہی ہے۔ وہ مردِ حق اس وادی کا ایک راستہ اس لڑکی کو بتاتا جا رہا ہے۔ میں اور وہ لڑکی اس کے کہنے کے مطابق اسی سمت اڑتے جا رہے ہیں اور راستے میں

سب کچھ دیکھتے جا رہے ہیں۔ وہ دونوں مجھ سے آگے ہیں۔ اور میں ان کے پیچھے ہوں۔ یہاں یارانِ طریقت کا بازار گرم ہے۔ اور مُرغِ بسمل ٹکے ٹکے میں فروخت ہو رہے ہیں۔ ایک دکان پر میں رُکی۔ دیکھا کہ ایک عورت اور ایک آدمی جو اس دکان کے مالک ہیں مجھے آواز دے کر کہہ رہے ہیں کہ یہ مرغِ بسمل لے جاؤ، یہ بہت اچھا ہے، بڑا سستا ہے۔ مجھے بڑا سستا لگا۔ کیوں کہ اس کی قیمت صرف دو پیسے تھی۔ وہ بہت تندرست مُرغ تھا جس کی پیٹھ کے بال و پر غائب تھے۔ جیسے نُچے ہوئے ہوں۔ اور گلابی کھال نظر آ رہی تھی۔ مجھے بڑا ترس آیا کہ اچھا خاصا مُرغ ہے، قیمت صرف دو پیسے ہے۔ دنیا میں تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہوگی۔ سوچتی ہوں خرید لوں۔ پھر سوچا کیا کروں گی۔ میرے پاس تو پہلے ہی سب کچھ موجود ہے۔ ہم یہاں سے آگے اُڑے۔ جگہ جگہ دیواریں سی تھیں۔ ان دیواروں کے ساتھ ساتھ جڑوں کی شکل کی نلکیاں نظر آئیں۔ وہ اوپر چھت سے جُڑی ہوئی تھیں۔ اور ان نلکیوں میں سے سیال قسم کی کوئی چیز بہہ کر نیچے سے اوپر جا رہی تھی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔ وہاں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ یارانِ طریقت کا بازار تو بالکل شروع میں تھوڑی سی جگہ میں تھا۔ سیر کرتے کرتے آگے چلے تو ایک جگہ کچھ اونچے چبوترے پر ککڑی کی بیل چھائی ہوئی تھی۔ وہ نوجوان ہمیں اس بیل کے پاس لے گیا کہنے لگا "یہ وادیٔ وحدانیت کا پھل ہے۔ دیکھو، کوئی ککڑی شاید ثابت مل جائے"۔ جگہ جگہ ککڑیاں لگی ہوئی تھیں لیکن کوئی صحیح و سالم نہ تھی۔ کسی میں کیڑا لگا ہوا تھا اور کوئی کٹی پھٹی تھی۔ بڑی مشکل سے میری نظر ثابت ککڑیوں پر پڑی جو پتوں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں۔ وہ چبوترے کے بیچ میں تھیں۔ میرا ہاتھ ان تک نہ پہنچتا تھا۔ وہ نوجوان کہنے لگا "ٹھہرو میں چبوترے پر جا کر لے آتا ہوں"۔

وہ گیا اور تین بالکل ثابت ککڑیاں لے آیا۔ خوب تر و تازہ، خوب موٹی اور لمبی لمبی اور انہیں سینے سے لگا کر کہنے لگا "یہ میری ہیں"۔

میں نے کہا "یہ میری ہیں۔ میں یہاں اسی لئے آئی ہوں"۔

اس کے ساتھ والی لڑکی بولی "ہاں، یا محمد! یہ ککڑیاں اسی کو دے دو۔ یہ اسی کی ہیں۔ تمہارے لئے تو پورا باغ لگ رہا ہے، اس قدر وسیع و عریض باغ۔ اس باغ کا سارا پھل تم ہی کو ملے گا۔ ذرا انتظار کرو۔ اللہ نے یہ ککڑیاں اسی کے لئے تو رکھی تھیں"۔

اس نوجوان نے حسرت اور رشک سے میری طرف دیکھا۔ اور ککڑیاں یہ کہہ کر دے دیں "میں یہاں لاکھوں برس سے اُڑ رہا ہوں، یہاں کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ مگر باوجود تلاش بسیار کے یہاں کا پھل مجھے اب تک نہیں ملا"۔

اس لڑکی نے میرا تعارف اس سے کروایا۔ وہ مجھے واپس باہر لے گئی اور اس نے پہلے ایک ککڑی دے کر کہا "یہ اللہ کی رحمت ہے"۔

پھر دوسری دے کر کہا "یہ شفقت ہے"۔

پھر تیسری جو سب سے زیادہ لمبی تھی اور بل کھائی ہوئی تھی دے کر کہا "یہ اللہ تعالٰے کی محبت ہے۔ اسے سنبھال کر رکھنا"۔

میں نے کہا "انشاء اللہ میں انہیں خوب سنبھال کر رکھوں گی"۔

جنت میں
حوضِ کوثر کی حقیقت

مدتوں بعد اب مجھے پھر چار پانچ دن سے تعلیم دی جا رہی ہے۔ اب

کی دفعہ کافی سخت طبیعت خراب ہے۔ عجیب کیفیت ہے۔ سارا دن گھر میں اکیلی رہتی ہوں، جب ہی یہ تمام باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ بچے اسکول چلے جاتے ہیں۔ ویسے اب کی دفعہ یہ سلسلہ بہت شدید ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ ہر وقت باوضو رہوں۔

کل اچانک ہی سلائی کرتے کرتے میری حالت عجیب ہوگئی۔ میں ایک دم کھڑی ہوگئی۔ آسمان اور زمین کے اطراف میں جدھر دیکھتی ہوں ایسا لگتا تھا کہ میں اللہ میاں کے سامنے کھڑی ہوں۔ اسی وقت آواز آئی "میں تمہارا رب ہوں۔ اور تم ہمیں کائنات کے ذرّے ذرّے میں دیکھ رہی ہو"

میں نے اس وقت شکر کے تین سجدے کئے۔ مجھے بڑی بڑی چیزیں دکھائی گئیں۔ اور بہت علم دیا جا رہا ہے۔ مجھے بڑا ڈر لگتا ہے۔

اے مخاطب! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کرسی کے جنوب میں ایک دریا ہے۔ یہ اللہ کی پاکی کا دریا ہے۔ یہ نور کا سیل رواں ہے۔ اور اے مخاطب! اگر تم ہزار برس بھی اس دریا میں برق رفتاری سے چلتے رہو تب بھی تم اس کی لمبائی نہ پا سکو گے۔ اور گہرائی میں آسمان اور زمین کی گہرائی سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ اور اے مخاطب! آس پاس چکر کاٹتے رہو تو تب بھی اس کا حجم نہ معلوم کر سکو گے۔ یہ تمام آسمانوں کے درختوں میں بڑا اور سب سے اونچا درخت ہے۔ تم اس کا اندازہ ہرگز بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس درخت میں صرف ایک ہی انار — ہاں، سال میں صرف ایک ہی انار درخت کے بیچوں بیچ لگتا ہے۔ اگر تم دس ہزار چکر بھی اس جھاڑی کے لگاؤ تب بھی یہ انار تم کو نظر نہیں آئے گا۔ مگر جب کوئی خوش نصیب انسان آگ کے دس ہزار دریا پار کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ خود اپنے ہاتھ سے اس خوش نصیب

انسان کو وہ انار دیتے ہیں۔

اے مخاطب! یہ ہے انسان کی داستان، ہستی جو صرف پیغمبروں اور ولیوں کو بتائی گئی۔ تمہارے ذمہ اللہ نے چند کام سونپے ہیں۔ اور غور سے سنو کہ ہر انسان کے ذمے کچھ کام کر دیئے گئے ہیں اور کسی انسان کی تخلیق بلا سوچے سمجھے ہرگز، ہرگز، ہرگز بھی نہیں کی گئی ہے۔ پھر تم نادانی میں ایسا کیوں سوچتے ہو؟ — اور یاد کرو وہ دن جب آدھی رات کو تمہاری ماں اٹھ اٹھ کر، رو رو کر، گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھی کہ اللہ پاک اس کی اولاد کو ایسا بنا دے کہ رہتی دنیا تک نام روشن رہے اور کیا ہم نے تم کو وہ تمام کچھ نہیں دے دیا جو وہ مانگا کرتی تھی۔ کہو، یہی سچ ہے۔ پھر ایک بار غور سے سن لو۔ قیامت بہت قریب ہے۔"

جنّت میں ایک بہت بڑا حوض ہے۔ یہ دراصل ایک نہر ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان سے نکلتی ہے۔ یہ نہر بہتی ہوئی ایک حوض میں گرتی ہے۔ یہ حوض بہت ہی بڑا ہے۔ اس کا نام حوضِ کوثر ہے۔ یہ حوض اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو سخت گرمی سے گناہ گاروں کی زبانیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی۔ اور پیاس کے مارے بُرا حال ہوگا۔ تب فرشتے جنّت کی صراحیوں میں آبِ کوثر بھر کر لائیں گے۔ اور اللہ کے حکم سے حضورؐ کے کہنے پر لوگوں کو پلائیں گے جس سے ان کو ٹھنڈک لگے گی۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکی ہوں عالمِ برزخ میں ارواح کو جسم عنایت ہوں گے اور قیامت کے دن وہ انہی جسموں کے ساتھ عالمِ برزخ سے زندہ ہو کر نکلیں گی۔ جب سے دنیا عمل میں آئی ہے کچھ فرشتے اللہ کے حکم سے اس کام پر مامور ہیں کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کے جسم کے

اعضا جمع کرتے ہیں۔ اب یہ اعضا کس شکل میں ہوتے ہیں۔ خاکی یا نوری میں نہیں جانتی مگر صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہر جسم کے کچھ حصے جمع کئے جا رہے ہیں اور انہیں فرشتے عالم برزخ میں رکھتے جا رہے ہیں۔ ہر جسم کے ساتھ ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس کتاب میں اس شخص کا نام اور تمام نشان وغیرہ درج ہیں۔ یہ تمام جسم بالکل ساکت ہیں۔ یہ بالکل بے کار سی چیز لگ رہی ہے۔ اب جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک دن چالیس برس کے برابر ہوگا۔ اس کے بعد چالیس برس تک تمام لوگوں کو مکمل موت ہوگی۔ پھر یہ تمام ارواح چالیس برس تک عالم برزخ میں رہیں گی۔ جہاں پر اللہ تعالٰی بمعہ اپنے فرشتوں کے ان تمام ارواح کو جسم عنایت کریں گے۔ یہ تمام جسم انہی اجزاء کے ہوں گے جو فرشتوں نے جمع کئے ہوں گے۔ دنیاوی اجزاء سے ملتے جلتے، حتیٰ کہ خدوخال بھی وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے۔ البتہ عمر، جسم کے تناسب اور رنگت میں نمایاں فرق ہوگا۔ جب چالیس برس میں تمام لوگوں کو جسم دے دیئے جائیں گے تو پھر حشر کا دن طلوع ہوگا۔ یعنی حساب کتاب کا دن۔ رزلٹ سننے کا دن۔ اس وقت پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ صور کی آواز سنتے ہی تمام لوگ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ مگر حیرانی کی وجہ سے گم صم ہوں گے۔ پھر خدا کے حکم سے زمین دو ٹکڑے ہو جائے گی۔ اور فرشتے ارواح کو حکم دیں گے کہ اب باہر آ جاؤ۔ اس طرح نہایت ہی تنظیم کے ساتھ سب لوگ باہر آئیں گے۔ اور قطاروں میں ادب سے کھڑے ہوں گے۔ پھر آسمان سمٹنا شروع ہو جائے گا۔ اور ایک چادر کی لپیٹ دی جائے گی۔ مگر جیسے ہی گناہ گار لوگ آسمان کی طرف نظر

کریں گے وہ بالکل اندھے ہو جائیں گے۔ اور رنگت تو پہلے ہی ان کی سیاہ ہوگی اور وہ سخت خوفزدہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ خوف سے بری طرح کانپتے ہوں گے اور مارے دہشت کے گردن کو ہلاتے ہوں گے۔ مگر اچھے اور نیک لوگ یہ تمام نظارہ کریں گے۔ پھر آسمان سے عرشِ عظیم اترے گا۔ اسے آٹھ فرشتے لے کر آئیں گے۔ یہ فرشتے سب فرشتوں کے سردار ہوں گے۔

زمین پر جو رزق پہنچانے پر مامور ہیں، ان کے سردار۔
زمین پر جو بارش برسانے پر مامور ہیں، ان کے سردار۔
زمین پر جو رحمت کے فرشتے ہیں، ان کے سردار۔
زمین پر جو موت کے فرشتے ہیں، ان کے سردار۔
غرض زمین پر جتنے کام ہیں ان کے صرف سردار ہوں گے جیسے عزرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام وغیرہ۔

اس عرش پر بڑی سی کرسی ہوگی۔ جیسے ہی اللہ کی ذرا سی جھلک نظر آئے گی، تمام لوگ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں گر پڑیں گے مگر گناہ گار لوگ چونکہ اندھے ہوں گے وہ سجدہ بھی نہ کر سکیں گے۔ وہ بہت زیادہ گھبرائیں گے، پریشان ہونگے اور وہ اپنی آنکھیں نوچتے ہوں گے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے بلائے جائیں گے اور کرسی کی داہنی طرف، ذرا ایک طرف کو ہو کر ادب سے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور تمام فرشتے جو بھی زمین کے کاموں پر مامور ہیں، تمام کے تمام اللہ تعالٰی کی پشت کے پیچھے ہوں گے۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جائے گا اور وہ داہنی طرف بالکل کرسی کے ساتھ ہی کھڑے ہوں گے۔ پھر تمام پیغمبروں

کو بلایا جائے گا۔ یہ تمام پیغمبران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی کھڑے ہونگے۔ پھر اولیاء اللہ اور وہ لوگ جنہیں اللہ کی طرف سے سفارش کی توفیق ہوئی، بلائے جائیں گے اور وہ تمام لوگ بائیں ہاتھ پر کھڑے ہوں گے۔ ان سب لوگوں کو نام بنام اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام بلائیں گے اور جس طرح میں اپنے کسی پہلے خط میں لکھ چکی ہوں، حساب کتاب ہوگا۔ فی الحال یعنی اس وقت کسی کو سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔ جب سب کا حساب کتاب اور تول ہو جائے گا، جو اللہ تعالے بنفس نفیس خود کریں گے، تو جو جنت میں جانے والے ہیں وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ فرشتے انکو راستہ بتائیں گے۔ پھر جو سفارش والے ہوں گے اور گناہ گار ہوں گے وہ الگ الگ کر دئیے جائیں گے۔ اور پھر سفارش کی توفیق اور اجازت ہوگی۔ پھر اللہ جسے قبول کرے گا اس کو اس کی جگہ پر پہنچا دیا جائے گا۔

آں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ساری دنیا کے انسانوں کی سفارش کریں گے۔

قسمت کا ستارہ

جنت میں ایک دریا ہے۔ جو مشرق کو مغرب سے ملاتا ہے۔ یہ اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس میں جو بھی پیالہ ڈالے گا اور دل میں جس مشروب کی خواہش کرے گا، پیالہ اسی مشروب سے بھر جائے گا۔

فردوس بریں میں ایک درخت ہے۔ یہ نہایت ہی پر فضا مقام پر

ہے۔ یہ درخت بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس میں جنت کا ہر پھول نہایت ہی خوبصورت ترتیب سے اُگا ہوا ہے۔ اور بہت ہی بڑا درخت ہے۔ اس پر چڑیاں گانے گاتی ہیں۔ اللہ کی رحمت کے خزانے تمام خزانوں سے بڑھ کر ہیں جنت تو اُن کے مقابلے میں صرف ابتدائی چیز ہے۔ جب انسان کوئی خاص نیکی کرتا ہے جو اللہ کو بہت پسند آئے تو اللہ پاک جنت کے علاوہ اپنی رحمت کے خزانوں سے اسے اور انعامات عنایت کرتے ہیں۔

ہر انسان کی قسمت کا ایک ستارہ آسمان پر ہے۔ جب انسان نیک اعمال کر کے اپنی قسمت سنوارتا ہے تو مرنے کے بعد قبر میں ہی ایک فرشتہ آکر اس کی ہتھیلی میں ایک نہایت ہی روشن ستارہ رکھ دیتا ہے جس سے قبر کا اندھیرا دور ہو کر اُجالا پھیل جاتا ہے۔ اور آسمانوں تک کا راستہ بھی روشن ہو جاتا ہے اور فرشتے دور سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ جنتی آدمی ہے۔

جب انسان زندگی میں صبر کرتا ہے تو مرنے کے بعد اس کو قبر میں جنت کے دروازے کی کنجی دی جاتی ہے۔ یہ دروازہ سب سے زیادہ خوبصورت اور اس کا راستہ سب سے زیادہ حسین ہے اور اسی راستے سے اس کو جنت میں لایا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ کی رحمت ہی سے ملتی ہیں اور اللہ کی رحمت کے انعام کے طور پر دی جاتی ہیں۔

جو شخص اللہ کے علم کا متلاشی رہتا ہے اور اپنی زندگی میں خدا کی ہستی پر غور و فکر کرتا ہے، مرنے کے بعد اللہ اس کو اپنی رحمت سے ایک موتی دیتا ہے۔ یہ نہایت ہی روشن اور خوبصورت موتی ہے۔ اس کا ہار اس کے گلے میں پہنایا جاتا

ہے۔ یہ ہار پہنا کر وہ کائنات کے کسی بھی حصے میں جانا چاہے جا سکتا ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتا ہے۔ آسمان پر ایک سمندر ہے۔ یہ سمندر بہت ہی خوبصورت ہے اور اس کی گہرائیوں میں ایسی ایسی چیزیں ہیں جو انسانی عقل سے بعید ہیں۔ اور جب انسان کو موتی کا یہ ہار پہنایا جائے گا، تب ہی وہاں جا سکے گا۔ اور اس کی گہرائیوں میں سانس لے سکے گا۔

جب اللہ کو کسی شخص کی محنت پسند آتی ہے تو وہ (آخرت میں) اپنی رحمت کے خزانے سے اس کو ایک کنجی عنایت کرتا ہے۔ یہ کنجی ایک کنوئیں کی ہے۔ جب وہ شخص اس کنوئیں کے دروازے پر جائے گا تو یوں سوچے گا کہ یہ چھوٹا سا کنواں ہے بھلا اس میں کیا ہو سکتا ہے مگر دروازہ کھولتے ہی اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں ملے گا۔ یہاں انسانی عقل سے بعید چیزیں اس کو ملیں گی۔

آسمانوں میں رحمت کے خزانوں میں ایک پرندہ ہے۔ یہ ایک حسین درخت پر بیٹھا ہے۔ یہ جنت کے تمام پرندوں سے افضل ہے۔ جو شخص دنیا کے لہو و لعب سے بچا رہتا ہے اس کو اللہ اس جگہ کی سیر کراتے ہیں۔ یہ بہت حسین مقام ہے اور یہ مقام جنت سے الگ ہے۔ یہ پرندہ ہر وقت راگ سناتا ہے اور ہر راگ کی تان، آواز سب کچھ مختلف ہوتی ہے۔ اس نے آج تک کوئی راگ دوسری مرتبہ نہیں گایا۔ اس کی آواز ایسی ہوگی کہ انسان مست ہو جائے گا۔

اللہ کی رحمت کا ایک درخت ہے۔ یہ بہت ہی حسین مقام پہ ہے۔ یہ بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس درخت میں ہمیشہ نیا پھل لگتا ہے اور ہر پھل دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور بیک وقت اس درخت میں کروڑہا

پھل لگتے ہیں مگر سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ شکلوں میں اور ذائقے میں بھی۔ اللہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت کے خزانے سے اس مقام کی چابی اس کو عنایت کرے گا اور یہاں کے پھل چکھنے کی اجازت دے گا۔

رحمت کے خزانوں میں ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک محل ہے۔ یہ بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ جب انسان ہمت سے کام لیتا ہے اور اللہ اسے پسند کرتا ہے تو مرنے کے بعد اس کو ایک چھڑی دی جاتی ہے۔ اس چھڑی کی مدد سے وہ اس عظیم پہاڑ پر چڑھتا ہے اور محل میں داخل ہوتا ہے۔ یہ محل بہت ہی بڑا ہے اور اللہ کی کاریگری کا نمونہ ہے۔ انسانی عقل اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

*

نماز

اور مُراقبہ

خواجہ شمس الدین عظیمی

منجانب عظیمیہ سلسلہ
۱ - ڈی - ۱/۲ ناظم آباد . کراچی ۱۸

عالمِ رنگ و بُو میں جتنی اشیاء موجود ہیں وہ سب روشنیوں کے تانے بانے پر نقش ہیں۔ اور اس نقش کی مثال یہ ہے جیسے کپڑے پر کوئی پرنٹ اور قالین میں کوئی تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے۔ جس طرح کسی کپڑے کو دیکھنے کے بعد اس کے اوپر رنگ اور نقش و نگار ہمیں نظر آتے ہیں اور تانے بانے کے جن باریک تاروں سے کپڑا بُنا ہوا ہے وہ ہمیں نظر نہیں آتا، اسی طرح انسان بھی مختلف رنگوں اور روشنیوں سے بُنا ہوا ہے۔ مادے سے بنا ہوا گوشت پوست ہمارے سامنے ہے لیکن یہ گوشت پوست کس بساط پر قائم ہے یہ ہماری ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اگر مادہ کی شکست و ریخت کو انتہائی حدود تک پہنچا دیا جائے تو محض رنگوں کی جداگانہ شعاعیں باقی رہ جائیں گی۔ تمام مخلوقات اور موجودات کی مادی زندگی ایسے ہی کیمیائی عمل پر قائم ہے۔ فی الحقیقت لہروں کی مخصوص مقداروں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے مختلف مراحل میں مختلف نوعیں بنتی ہیں۔ اس فارمولے کو بیان کرنے سے منشاء یہ ہے کہ آدمی کی اصل، مادہ نہیں ہے بلکہ آدمی کی اصل لہروں کے تانے سے بُنی ہوئی ایک بساط ہے۔ ایک طرف یہ لہریں انسانی جسم کو مادی جسم میں پیش کرتی ہیں اور دوسری طرف یہ لہریں انسان کو روشنیوں کے جسم سے متعارف کراتی ہیں۔ جب تک کوئی آدمی مادے کے اندر قید رہتا ہے، اس وقت تک وہ قید و بند اور صعوبت کی زندگی گزارتا ہے اور جب وہ اپنی اصل یعنی روشنی کے جسم سے واقف ہو جاتا

ہے تو قید و بند، آلام و مصائب، پیچیدہ اور لاعلاج بیماریوں سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔ اصلی آدمی یعنی روشنی کے آدمی سے واقفیت، زمان و مکان (TIME & SPACE) سے آزاد ہونے کی علامت ہے۔ یہ وہی زندگی ہے جہاں غیبی علوم منکشف ہوتے ہیں اور قدم قدم اللہ کے عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت اور اپنا عرفان حاصل کرنے کے لئے قوانین اور ضابطے بنائے ہیں۔ جو لوگ ان قوانین اور ضابطوں پر عمل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کی دوستی حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید نے جس پروگرام کا تذکرہ کیا ہے اس میں دو باتیں بہت اہم اور ضروری ہیں۔ "قائم کرو صلوٰۃ اور ادا کرو زکوٰۃ" قرآنی پروگرام کے یہ دونوں اجزا ' نماز اور زکوٰۃ ' روح اور جسم کا وظیفہ ہیں۔ وظیفہ سے مراد وہ حرکت ہے جو زندگی کی حرکت کو قائم رکھنے کے لئے لازم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

"جب تم نماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں یا یہ محسوس کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

اس ارشاد کی تفصیل پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ نماز میں وظیفۂ اعضا کی حرکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنے کی عادت ہونا چاہیئے۔

ذہن کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا روح کا وظیفہ ہے۔ اور اعضاء کا حرکت میں رہنا جسم کا وظیفہ ہے۔ قیام صلوٰۃ کے ذریعے کوئی بندہ اس بات کا عادی ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی طرف متوجہ رہنے کا عمل جاری و ساری رہے۔

اس کتابچہ میں سوال و جواب کے آسان طریقے پر یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم

اللہ تعالےٰ کا عرفان کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال : ایسی نماز جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق حضورِ قلب اور فواحشات، منکرات سے روک دے کس طرح ادا کی جائے۔ ؟

جواب : نماز کی فرضیت ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منتقل ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ حضور پاک پر نماز کب فرض ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت سے پہلے ہی ایسا ذہن عطا فرمایا تھا جس کا رُخ نورانی دنیا کی طرف تھا اور نورانی دنیا کی طرف متوجہ رہنے کے لئے حضورؐ نے وہ تمام اعمال و اشغال ترک فرما دیئے تھے جن سے ذہن کثیف دنیا کی طرف زیادہ مائل رہتا تھا۔ حضورؐ کی مقدس زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی خیانت نہیں کی۔ آپؐ سے کبھی ایسا کوئی عمل سرزد نہیں ہوا جو بے حیائی کے زمرے میں آتا ہو۔ آپؐ نے ہمیشہ بے کسوں کی دستگیری کی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گوشہ نشین ہو کر اور ہر طرف سے ذہن ہٹا کر اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہے۔ اور آپؐ نے اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی زیادہ مرکوز فرمائی کہ قربت سے سرفراز ہوئے اور معراج میں اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"ہم نے بندے سے جو دل چاہا باتیں کیں اور جو کچھ دل نے دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔" (القرآن)

نماز میں حضورِ قلب کے لئے ضروری ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے۔ جس حد تک حضورؐ کے اسوۂ حسنہ پر کسی امتی کا عمل ہوگا، اسی مناسبت سے نماز میں حضوری نصیب ہو جائے گی۔ قلب میں جلا پیدا کرنے کے

نے ان چیزوں سے دوری پیدا کرتی ہوگی جو ہمیں پاکیزگی، صفائی اور نورانیت سے دور کرتی ہیں۔ ہمیں اس دماغ کو رد کرنا ہوگا جو ہمارے اندر نافرمانی کا دماغ ہے۔ اس دماغ سے آشنائی حاصل کرنا ہوگی جو جنت کا دماغ ہے اور جس میں تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ یہ دماغ رُوح کا دماغ ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ جب تک کوئی بندہ اپنی رُوح سے وقوف حاصل نہیں کر لیتا اس وقت تک نماز میں حضورِ قلب نصیب نہیں ہوگا۔

سوال : رُوح کا عرفان کیسے حاصل کیا جائے ؟

جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کے اعلان سے پہلے دنیاوی دلچسپیوں سے عارضی طور پر تعلق خاطر ختم کر کے بستی سے باہر بہت دور ویرانے میں گوشہ نشینی اختیار کر کے غارِ حرا میں اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز فرمایا جس کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رُوح سے واقف ہو گئے۔

قانون - رُوح سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دنیاوی دلچسپیاں کم کر کے زیادہ سے زیادہ وقت ذہن کو اللہ کی طرف متوجہ رکھا جائے۔ روحانیت میں ایک نقطے پر توجہ کو مرکوز کرنے کا نام مراقبہ ہے۔ یعنی خود آگاہی اور رُوح سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کرنا ضروری ہے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر ایک ذاتِ اقدس واکبر سے ذہنی رابطہ قائم کر لیا جائے۔

جب کسی بندے کا رابطہ اللہ تعالےٰ سے قائم ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سے مفروضہ حواس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے تو وہ مراقبہ کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ مراقبہ ایسے عمل کا نام ہے جس میں کوئی بندہ بیداری کی حالت میں رہ کر بھی اس عالم میں سفر

کرتا ہے جس کو ہم روحانی دنیا کہتے ہیں۔ روحانی دنیا میں داخل ہونے کے بعد بندہ اس خصوصی تعلق سے واقف ہو جاتا ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان بحیثیتِ خالق و مخلوق ہر لمحہ اور ہر آن موجود ہے۔

سوال : مخلوق کو کیوں پیدا کیا گیا ؟

جواب : اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ پہچانا جائے، سو اُس نے اپنی محبتِ خاص سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ (حدیثِ قدسی)

سوال : اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے ؟

جواب : پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم خود کو پہچانیں اور ہمیں یہ بات معلوم ہو کہ ہم مخلوق ہیں اور ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور جو آدمی پیدا ہوتا ہے بالآخر مر جاتا ہے۔ جب مر جاتا ہے تو گوشت پوست کے جسم کی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ مطلب یہ ہے کہ خود کو پہچاننا اس وقت ممکن ہے جب ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ گوشت پوست کا جسم FICTION اور مفروضہ ہے۔ گوشت پوست کے آدمی کا دماغ دو حصوں سے مرکب ہے۔ ایک دماغ سیدھی طرف اور دوسرا اُلٹی طرف ہے۔ سیدھی طرف کے دماغ کا نام لاشعور ہے اور اُلٹی طرف کے دماغ کا نام شعور ہے۔ سیدھی طرف کے دماغ میں وہ علوم محفوظ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے آدم کو سکھائے اور اُلٹی طرف کے دماغ میں وہ علوم محفوظ ہیں جو نافرمانی کے ارتکاب سے وجود میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون ———

بہائے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا، مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے کہا تو پاک ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے بے شک تو بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم! ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ پھر جب آدم نے ان کے نام انہیں بتائے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں، اور جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو اُسے بھی جانتا ہوں۔ (آیت ۳۰ - ۳۳) البقرہ۔

آیت بالا کے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم کو وہ علوم سکھا دیئے جو فرشتے نہیں جانتے۔ اس علم کی اگر درجہ بندی کی جائے تو چھ عنوان بنتے ہیں اور ہر عنوان ایک دائرہ ہے۔ اس طرح یہ علم چھ دائروں پر محیط ہے۔

سوال : چھ دائرے کیا ہیں ؟

جواب : جس طرح کسی مکان کے لئے بنیاد، کرسی کے لئے چار ٹانگوں اور گاڑی کے لئے پہیوں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح رُوح کے اندر تین رُخ یا تین پرت کام کر رہے ہیں۔

سوال : تین پرت سے کیا مراد ہے ؟

جواب : اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "ہم نے آدم کو علم الاسماء سکھا دیئے"۔ جس وقت اللہ تعالٰی نے آدم کو علم الاسماء سکھائے اس وقت آدم کے سامنے تین چیزیں تھیں۔ ایک خود آگاہی، دوسرے فرشتہ اور تیسری وہ ذاتِ حق جس نے علم سکھایا۔ مفہوم

یہ ہے کہ جب آدم کو علم الاسماء سکھایا گیا تو اُسے تین علام منتقل ہو گئے۔ اور ہر علم دو رُخ سے مرکب ہے۔ اس طرح یہ علم چھ رُخ یا چھ دائروں پر محیط ہے۔ ان چھ رُخوں یا چھ نقطوں یا چھ دائروں کو روحانیت میں لطائف ستہ (SIX GENERATORS) کہا جاتا ہے۔

ان چھ جنریٹرز کے نام یہ ہیں :-

پہلا ــــ جنریٹر نفس
دوسرا ــــ جنریٹر قلب
تیسرا ــــ جنریٹر رُوح
چوتھا ــــ جنریٹر سِر
پانچواں ــــ جنریٹر خفی
چھٹا ــــ جنریٹر اخفیٰ

پہلے دو دائروں (GENERATORS) نفس اور قلب کو رُوحِ حیوانی کہتے ہیں۔

دوسرے دو دائروں رُوح اور سِر کا نام رُوحِ انسانی ہے۔

تیسرے دو دائرے خفی اور اخفیٰ رُوحِ اعظم ہے۔

رُوحِ حیوانی ان خیالات و احساسات کا مجموعہ ہے جس کو بیداری کہا جاتا ہے آدمی اس آب و گل کی دنیا میں خود کو ہر قدم پر کششِ ثقل (FORCE OF GRAVITATION) میں پابند محسوس کرتا ہے۔ کششِ ثقل کی زندگی میں کھانا، پینا، سونا، جاگنا، شادی بیاہ اور دنیاوی سارے کام رُوحِ حیوانی کرتی ہے۔

رُوحِ انسانی ان احساسات و کیفیات کا مجموعہ ہے جو زندگی گزارنے کے تقاضے فراہم کرتی ہے۔ اور ہمیں اس بات کی اطلاع فراہم کرتی ہے کہ اب ہمیں غذا کی ضرورت

ہے۔ اور اب ہمیں پانی کی ضرورت ہے۔ ہم ان تقاضوں کا نام بھوک پیاس وغیرہ وغیرہ رکھتے ہیں۔ بچوں کی پیدائش کا تعلق رُوحِ حیوانی سے ہے لیکن ماں کے دل میں بچوں کی محبت، بچوں کی پرورش اور اچھی سے اچھی تربیت کا رجحان رُوحِ انسانی کے تقاضے ہیں۔ رُوحِ انسانی کے تحت احساسات و کیفیات کو ہم خواب کے نام سے بھی جانتے اور پہچانتے ہیں۔ جب ہم سوتے ہیں تو رُوحِ حیوانی کے اوپر نیند طاری ہو جاتی ہے اور رُوحِ انسانی بیدار ہو جاتی ہے۔ رُوحِ انسانی کے لئے ٹائم اور اسپیس رکاوٹ نہیں بنتے یعنی جب ہم رُوحِ انسانی میں زندگی گزارتے ہیں تو ہمارے لئے ہزاروں میل کا سفر کرنا اور دیوار میں سے پار ہو جانا یا ہزاروں میل کے فاصلے پر کوئی چیز دیکھ لینا، دوسروں تک اپنے خیالات پہنچا دینا، مخاطب کے خیالات پڑھ لینا، جنات اور فرشتوں سے ملاقات کرنا اور مرے ہوئے لوگوں کی روحوں سے ملاقات کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

رُوحِ حیوانی کے اندر رہتے ہوئے ہم ہر قدم پر مجبور ہیں، پابند ہیں۔ لیکن رُوحِ انسانی ہمارے اوپر آزادی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ ایسا دروازہ جس میں ہمارے اُوپر سے کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے۔ رُوحِ حیوانی کے حواس میں ہم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے بلکہ حواس اتنے مکدر ہوتے ہیں کہ اگر ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی باریک کاغذ بھی رکھ دیا جائے تو ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ کاغذ کی دوسری طرف کیا ہے۔

اس کے برعکس رُوحِ انسانی میں ہمارے حواس اتنے طاقتور ہوتے ہیں کہ ہم زمین کی حدود سے باہر دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں فرمایا ہے:

"اے گروہِ جنات اور گروہِ انسان! تم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے"۔

تصوف میں سلطان کا ترجمہ رُوحِ انسانی ہے یعنی انسان کے اندر جب رُوحِ انسانی کے حواس کام کرنے لگتے ہیں تو وہ زمین و آسمان کے کناروں سے نکل جاتا ہے۔

سوال: رُوحِ انسانی سے آشنا ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہم جب پوری توجہ کے ساتھ کسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو باقی دوسری باتیں عالم بے خیالی میں چلی جاتی ہیں۔ کسی ایک بات پر ہماری توجہ مستقل مرکوز رہے تو وہ بات پوری ہو جاتی ہے مثلاً ہم کسی دوست یا رشتہ دار کے بارے میں سوچتے ہیں اور اس طرح سوچتے ہیں کہ ہمارا ذہن ہر طرف سے ہٹ کر اس کی شخصیت میں جذب ہو جائے تو وہ ہمارے سامنے آ موجود ہوتا ہے۔

رُوحِ اعظم میں وہ علوم مخفی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تجلی، مشیت اور حکمت سے متعلق ہیں۔ اس دائرے سے متعارف بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عارف ہوتا ہے۔ یہی برگزیدہ بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"میرا بندہ اپنی طاعتوں سے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ سے قربت غیب کی دنیا میں داخل ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ غیب کے عالم میں داخل ہونا یا زمان و مکان سے ماوراء کسی چیز کو دیکھنا اس وقت ممکن ہے جب آدمی زمان و مکان سے آزاد ہونے کے طریقے سے واقف ہو۔

آیئے تلاش کریں کہ آدمی کے حواس زمان و مکان کی گرفت سے کیسے آزاد ہوتے ہیں۔

مثال: ہم کسی ایسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں جو اتنی دلچسپ ہے کہ ہم ماحول

سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ کتاب ختم کرنے کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کئی گھنٹے گزر گئے ہیں اور ہمیں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا تو بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اتنا طویل وقت کیسے گزر گیا اسی طرح جب ہم نیند کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں تو وقت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کے مطابق نیند رات ہے اور بیداری دن ہے۔

ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل کرتے ہیں دن کو رات میں۔" القرآن

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ہم نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور دن کو رات میں سے۔" القرآن

تیسری جگہ ارشاد ہے

ہم اُدھیڑ لیتے ہیں رات پر سے دن کو اور دن پر سے رات کو۔" القرآن

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رات اور دن دو حواس ہیں یعنی ہماری زندگی دو حواسوں میں منقسم ہے یا ہماری زندگی دو حواسوں میں سفر کرتی ہے۔ ایک حواس کا نام دن ہے، دوسرے حواس کا نام رات ہے۔ دن کے حواس میں ہمارے اوپر زمان و مکان کی جکڑ بندیاں مسلط ہیں۔ اور رات کے حواس میں ہم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔

قانون یہ بنا کہ اگر کوئی انسان اپنے اوپر رات اور دن کے وقفے میں رات کے حواس غالب کر لے تو وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور زمان و مکان سے آزادی دراصل غیبی انکشافات کا ذریعہ ہے۔

قرآن پاک نے اس پروگرام اور اس عمل کا نام "قیام صلوٰۃ" رکھا ہے جس کے ذریعے دن کے حواس سے آزادی حاصل کر کے رات کے حواس میں سفر کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہئے کہ نماز قائم کرنے کا لازمی نتیجہ دن کے حواس کی نفی اور رات کے حواس میں مرکزیت حاصل ہوتا ہے۔ نماز کے ساتھ لفظ "قائم کرنا" اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کوئی نماز اپنی اس بنیادی شرط کو پورا نہیں کرتی کہ وہ کسی شخص کو رات کے حواس سے متعارف کرا دے تو وہ حقیقی نماز نہیں ہے۔

آدمی جب مراقبہ کرتا ہے تو اس کے اوپر سے دن کے حواس کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ بیدار رہتے ہوئے بھی ٹائم اسپیس سے آزاد حواس (رات کے حواس) میں چلا جاتا ہے۔ جو دراصل غیبی انکشافات کا ذریعہ ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت علی کرم کا مشہور واقعہ سامنے لانا بھی نماز کی تشریح اور وضاحت میں معاون ثابت ہوگا۔ کسی جنگ میں دشمن کا ایک تیر حضرت علی کرم کی پنڈلی میں پیوست ہو گیا۔ جب اس تیر کو نکالنے کی کوشش کی گئی تو حضرت نے تکلیف محسوس کی اور فرمایا "میں نماز قائم کرتا ہوں۔" حضرت علی کرم نے نیت باندھی اور لوگوں نے تیر کھینچ کر مرہم پٹی کر دی۔ حضرت علی کرم کو اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ تیر نکال کر مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قیام نماز میں ان حواس کی نفی ہو جاتی ہے جن میں تکلیف، جراحت اور پابندی موجود ہے۔ حضرت علی کرم نے جب نماز کی نیت باندھی تو وہ دن کے حواس سے نکل کر رات کے ان حواس میں پہنچ گئے جو انسان کو غیب کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔

روحانیت کی بنیاد اس حقیقت پر قائم ہے کہ انسان کے اندر دو حواس، دو دماغ اور دو زندگیاں سرگرم عمل ہیں۔ جیسے ایک ورق کے دو صفحات ہوتے ہیں، صفحے الگ الگ ہونے کے باوجود ورق کی اپنی حیثیت ایک ہی رہتی ہے۔ دو حواس یا دو

زندگیوں میں سے ایک کا نام پابندی ہے اور دوسری کا نام آزادی ہے۔ پابند زندگی دل، بیداری اور شعور ہے اور آزاد زندگی راحت، سکون، اطمینانِ قلب اور لاشعور ہے۔

راحت و سکون اور غیب کی دنیا میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر اس دنیا کی موجودگی کا یقین ہو۔ یقین ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بغیر یقین کے ہم کسی چیز سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ پانی پینے سے پیاس اس لئے بجھ جاتی ہے کہ ہمارے یقین کے اندر یہ بات راسخ ہے کہ پانی پیاس بجھا دیتا ہے۔ ہم زندہ اس لئے ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین حاصل ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ جس وقت، جس لمحے اور جس آن زندگی سے متعلق یقین ٹوٹ جاتا ہے، آدمی مر جاتا ہے۔ کسی آدمی کے ذہن میں یہ بات آجائے اور یقین کا درجہ حاصل کرلے کہ اگر میں گھر سے باہر قدم نکالوں گا تو میرا ایکسیڈنٹ ہو جائے گا تو وہ گھر سے باہر نہیں نکلے گا۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کے اندر یہ بات یقین کا درجہ حاصل کرے کہ کھانا کھانے کے بعد وہ بیمار ہو جائے گا تو وہ کھانا نہیں کھائے گا۔

زندگی کا محاسبہ کیا جائے تو زندگی کے کسی بھی عمل میں ہم اللہ تعالیٰ کی موجودگی اور ربوبیت کا انکار نہیں کر سکتے۔ اس یقین کو مشاہدہ بنانے کے لئے قرآن نے قیامِ صلوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ مقامِ تفکر ہے کہ غارِ حرا میں یکسوئی کے ساتھ عبادت و ریاضت (مراقبہ) میں مشغول رہنے کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر غیب منکشف ہوا، اس وقت نماز فرض ہوئی ہے۔ اس سے پہلے امتِ محمدیہ پر نماز فرض نہیں تھی۔ حضورؐ کے وارث اولیاء اللہ غارِ حرا کی زندگی سامنے رکھ کر مراقبہ کی تلقین کرتے ہیں۔ مراقبہ اس عمل اور کوشش کا نام ہے جس سے انسان کے اندر یقین کی وہ دنیا روشن ہوتی ہے جس پر غیب کی دنیا سے متعارف ہونے کا دار و مدار ہے۔ مراقبہ وہ پہلی سنت ہے جس کے نتیجے میں

قرآن نازل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتیں پوری فرمائیں۔ اللہ کو یکتا اور اللہ کے حبیب محمدؐ کو اللہ کا سچا رسول ماننے والا جب کوئی بندہ مراقبہ کی کیفیات میں صلوٰۃ قائم کرتا ہے تو اس کے اوپر غیب منکشف ہو جاتا ہے۔

سوال: مراقبہ کیا ہے؟

جواب: ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں۔ ایک دماغ جنت کا دماغ ہے یعنی اس کے ذریعے کوئی بندہ جنت سے آشنا ہوتا ہے۔ اور جنت کی زندگی گزارتا ہے۔ دوسرا دماغ وہ دماغ ہے جو آدم کی نافرمانی کے بعد وجود میں آیا ور آدم نے نافرمانی کے بعد محسوس کیا کہ میں ننگا ہوں۔ ان محسوسات یا نافرمانی کے نتیجے میں ت نے آدم کو رد کر دیا۔ اور آدم زمین پر پھینک دیا گیا۔ تصوف میں جتنے اسباق اور اوراد و وظائف اور اعمال و اشغال اور مشقیں رائج ہیں، ان سب کا منشا یہ ہے کہ آدم زاد اپنا کھویا ہوا وطن واپس حاصل کرے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام اوراد و وظائف اور اعمال و اشغال اور مشقوں کو نماز میں سمو دیا ہے۔ ہم جب نماز کی حقیقت اور نماز کے ارکان پر غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں زندگی کے ہر عمل کو سمو دیا گیا ہے۔ چوں کہ قیامِ صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی ایسا عمل تجویز کیا جائے جس عمل میں زندگی کی تمام حرکات و سکنات موجود ہوں اور ہر عمل اور ہر حرکت کے ساتھ آدمی کا رابطہ اللہ کے ساتھ قائم ہو۔

مراقبہ کے معنی ہیں کہ تمام طرف سے ذہن ہٹا کر ایک نقطہ پر اپنی پوری توجہ مرکوز کرنا اور یہ مرکزیت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ جب تک کوئی بندہ ذہنی مرکزیت کے

قانون سے واقف نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم نہیں کرسکتا۔ ربط اور تعلق قائم کرنے کے لئے مراقبہ ضروری ہے۔ مراقبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پہلی سنّت ہے جس کے نتیجے میں حضرت جبرئیلؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ہوئی اور ہادیٔ برحق سرورِ کائنات سرکارِ دو عالم سیّدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن نازل ہوا۔

سوال: مراقبہ کیسے کیا جائے؟

جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر امتی یہ بات جانتا ہے کہ ہمارے پیارے نبیؐ نے غارِ حرا میں طویل عرصے تک عبادت و ریاضت کی ہے۔ دنیاوی معاملات، بیوی بچوں کے مسائل، دوست احباب کے تعلقات سے عارضی طور پر رشتہ منقطع کر کے یکسوئی کے ساتھ کسی گوشے میں بیٹھ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا مراقبہ ہے۔

صاحبِ مراقبہ کے لئے ضروری ہے کہ جس جگہ مراقبہ کیا جائے وہاں شور و شغب نہ ہو، اس جگہ اندھیرا ہو۔ جتنی دیر اس جگہ گوشے میں بیٹھا جائے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ذہن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔ بند آنکھوں سے یہ تصور کرے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔

پرہیز و احتیاط:

(۱) مٹھاس کم سے کم استعمال کی جائے (۲) کوشش کی جائے کہ کسی قسم کا نشہ استعمال نہ کیا جائے اور اگر عادت ہے تو کم سے کم استعمال میں آئے (۳) کھانا آدھا پیٹ کھایا جائے (۴) ضرورت کے مطابق نیند پوری کی جائے اور زیادہ دیر بیدار رہے (۵) بولنے میں احتیاط اختیار کی جائے، صرف ضرورت کے مطابق بولا جائے (۶) عیب جوئی اور غیبت کو اپنے قریب نہ آنے دے (۷) جھوٹ کو اپنی زندگی سے یکسر خارج کر دے (۸) مراقبہ کے وقت کانوں میں روئی رکھے (۹) مراقبہ ایسی نشست سے کرے جس میں آرام ملے لیکن یہ ضروری ہے کہ کمر سیدھی رہے، اس طرح سیدھی رہے کہ ریڑھ کی ہڈی میں تناؤ واقع نہ ہو (۱۰) مراقبہ کرنے سے پہلے ناک کے دونوں نتھنوں سے آہستہ آہستہ سانس لیا جائے اور سینہ میں روکے بغیر خارج کر دیا جائے۔ سانس کا یہ عمل سکت اور طاقت کے مطابق پانچ سے اکیس بار تک کرے (۱۱) سانس کی مشق شمال رُخ بیٹھ کر کی جائے (۱۲) پانچ وقت نماز ادا کرنے سے پہلے مراقبہ میں بیٹھ کر یہ تصور قائم کیا جائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ تصور اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے ہر عمل اور ہر حرکت میں یہ دیکھنے لگتا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ کی یہ کیفیت مرتبۂ احسان کا ایک درجہ ہے۔ جب کوئی بندہ اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو اس کے اوپر غیب کی دنیا کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ بتدریج ترقی کرتا رہتا ہے۔ فرشتے اس سے ہم کلام ہوتے ہیں
بندہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ رکوع اور سجدہ میں فرشتے اس کے ساتھ ہیں۔ عالمِ خواب اور عالمِ بیداری میں جنت کی خوبصورت وادی، جنت کے خوش نما باغ، وہاں موجود حور و غلماں اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ نماز اور مراقبہ کے ذریعہ جب کوئی بندہ غیب کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے اندر خشوع و خضوع اور گداز اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ وہ خود کو عرش کے نیچے اللہ کے سامنے سربسجود دیکھتا ہے۔
یہی وہ یقینی عمل ہے جس کے ذریعہ ہمارے اسلاف، اولیاء اللہ نے ہادیٔ برحق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز قائم کی ہے۔ یہی وہ صلوٰۃ

(مراقبہ) ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق "مؤمن کی معراج ہے"۔

رُوحانی نماز

خواجہ شمس الدین عظیمی

نماز مومن کی معراج ہے۔ معراج کا مطلب ہے غیب کی دنیا میں داخل ہو جانا۔ غیب کی دنیا میں نمازی کی آنکھوں کے سامنے فرشتے آجاتے ہیں اور وہ آسمانوں کی سیر کرتا ہے۔

نماز مسائل و مشکلات، ذہنی انتشار اور زندگی میں رکاوٹیں دور کر کے ہمیں نفسیاتی الجھنوں سے نجات دلاتی ہے۔

نماز قائم کرنے سے دماغ کے کھربوں خلیے (CELLS) چارج ہو جاتے ہیں اور ذہن کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہو جاتی ہے۔

فجر کی نماز ہمارے اندر ایسی انرجی (ENERGY) پیدا کرتی ہے جو زندگی کو برقرار رکھتی ہے۔ فجر کی نماز ادا کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

ظہر کی نماز ... زوال کے بعد زمین سے اندر سے نکلنے والی زہریلی گیسوں (GASES) سے محفوظ رہتا ہے اور ... نہیں پڑتا۔

عصر کی نماز سے نمازی کے اندر فہم و فراست پیدا ہوتی ہے۔ وہ الجھے ہوئے مسائل کو نہایت آسانی سے حل کر دیتا ہے۔

مغرب کی نماز اولاد کو سعادت مند بناتی ہے اور ایسی اولاد بڑھاپے میں ماں باپ کی خدمت کرتی ہے۔

عشاء کی نماز قائم کرنے والے بندے کے خواب سچے ہوتے ہیں اور اس کے اوپر مستقبل کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

نماز جسمانی صحت، دل، جگر، گردے، گٹھیا اور بلڈ پریشر سے ہونے والے امراض، دمہ، السر وغیرہ کا مؤثر علاج ہے۔ اس کے علاوہ عورت اور مرد کی نماز کا فرق۔ نماز میں خیالات کی یلغار سے بچنے کے آسان اور آزمودہ طریقے۔ اسمائے الٰہیہ سے ستر سے زیادہ روحانی اور نفسیاتی مسائل کا حل۔

سائنسی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ وضو ہائی بلڈ پریشر کا علاج ہے۔ صحیح طریقے پر وضو کرنے سے ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ کلی کرنے سے ٹانسلز کی بیماری نہیں ہوتی۔ صحیح طریقے پر منہ دھونے سے جلد ملائم اور نرم رہتی ہے۔ آنکھیں پرکشش ... خوبصورت اور پرخمار ہو جاتی ہیں۔ پیروں کا مسح کرنے (دھونے) سے ... کے اندر زہریلا مادہ زمین میں جذب (EARTH) ہو جاتا ہے اور جسم زہریلی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

رکوع، سجود، قعدہ، قیام اور نیت باندھنے میں پوشیدہ حکمتوں کے انکشاف کے لئے کتاب رُوحانی نماز کا مطالعہ کیجئے۔

اس کتاب میں نماز کا سائنسی مفہوم، قانون قدرت کے فارمولے اور صحیح نماز ادا کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

ہدیہ سولہ روپے ۱۶

مساجد، لائبریریوں اور بے نمازیوں کو نماز کا پابند بنانے کے لئے تقسیم کرنے والے مخیر حضرات کے لئے خصوصی رعایت

مکتبہ رُوحانی ڈائجسٹ

۱۳-ڈی، ناظم آباد، ۱۸

قارئین رُوحانی ڈائجسٹ، عظیمی برادران، متوسلین، معتقدین اور اولیاء اللہ سے محبت رکھنے والے حضرات کے لئے یہ بات انتہائی خوشی کا باعث ہے کہ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات: ارشادات، تعلیمات، شجرہ اور کشف و کرامات پر مشتمل کتاب ———

تذکرۂ قلندر بابا اولیاءؒ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شائع ہو گئی ہے۔

خوبصورت پلاسٹک کور کے ساتھ، کتاب میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی ایک خوبصورت چار رنگ تصویر اس طرح چھاپی گئی ہے کہ بہت آسانی کے ساتھ فریم کیا جا سکتا ہے برکت اور افادیت کے لحاظ سے ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

ہدیہ:- پندرہ روپے

ناشر مکتبہ تاج الدین باباؒ، ۱-ڈی ۱/۲ ناظم آباد کراچی ۱۸

ISBN - 969 - 8006 - 02 - 8